ماہنامہ

حیاتِ نو

جلد ۲ شمارہ ۸

رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ اگست ۱۹۷۹ء

سرپرست

مولانا ابوبکر اصلاحی صدر مدرس جامعہ

مجلس ادارت

انصار احمد فلاحی مدیر مسئول (بلیا گنج)

حمد اللہ فراہی فلاحی (علی گڑھ)

عبدالحی فلاحی (جامعہ ملیہ دہلی)

جاوید اشرف فلاحی (جامعۃ الفلاح)

عبید اللہ فہد فلاحی (جامعہ [illegible])

قیمت فی شمارہ : ڈیڑھ روپے ۱/۵۰

سالانہ زرتعاون : پندرہ روپے ۱۵/۰۰

آئینۂ ترتیب

۱- دھڑکنیں
میرے وطن کے نوجوان — اداریہ — ۲

۲- محسنِ انسانیت نے فرمایا
روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے — مولانا مودودی — ۵

۳- تازہ ترین انٹرویو
بیاباں کی شبِ تاریک میں ... — مولانا جلیل احسن ندوی — ۶

۴- مطالعہ کی میز پر
دورِ جدید میں علماء کی ذمہ داریاں — سید ابوالحسن علی ندوی — ۲۷
الفرقان کا ایک اور شگوفہ — عبید اللہ فہد فلاحی — ۱۵
مولانا مودودی — امین احسن اصلاحی — ۳۹

۵- عالمی افق
شام میں اسلام کے خلاف جنگ تیز ہو گئی — ۲۸
پنجاب میں جمعیت طلبہ کی شاندار فتح یابی — ۳۲
ایران میں نئے دستور کی تیاریاں — ۳۳

۶- دل کی پکار
مکتوبِ حجاز — رحمت اللہ اثری فلاحی — ۳۶
صحرائے افریقہ سے — حبیب جمالی فلاحی — ۳۷
مفید مشورے — محمد صابر قلی خاں — ۳۸

۷- موج و حباب
غزل — ابوالمجاہد زاہد — ۳
ماہِ رمضان المبارک — مشفق مبارکپوری — ۱۴

۸- خدمتِ خلق
ایک رفیق کا خط (رپورٹ) — ۴۰

اس دائرے میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا سالانہ زرتعاون ختم ہو چکا ہے، براہ کرم سالانہ زرتعاون مبلغ پندرہ روپے ۱۵/۰۰ ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے وطن کے نوجواں

اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت اور عالم اسلام کی بیداری سے مخالف اسلام طاقتیں اپنی مخالفانہ سرگرمیاں تیز تر کرتی جا رہی ہیں، اسلامی نظام پر رکیک حملے شدت اختیار کرتے جا رہے ہیں، علماء اسلام اور داعیان دین کو طنز و تضحیک کا نشانہ بنایا جا رہا ہے، اسلام اور مذہبیت کے اصلی دشمن کمیونسٹ اس میدان میں ہراول دستے کے فرائض انجام دے رہے ہیں، وہ اسلامی تحریکوں کو فرقہ وارانہ اور اینٹی نیشنل کہہ کر عوام کو ان سے متنفر کر رہے ہیں، حال ہی میں مبارک پور میں کمیونسٹوں کا جو اجلاس ہوا تھا وہ بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی تھی۔ آر ایس ایس اور جماعت اسلامی کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے ان پر فرقہ واریت اور مذہبی منافرت پھیلانے کا الزام عائد کیا اور اجلاس کا مقصد یہ قرار پایا کہ ان "متعصب پارٹیوں" کا بھرپور مقابلہ کیسے کیا جائے؟ نوجوانوں نے پورے جوش و خروش کے ساتھ جماعت کے خلاف تقریریں کیں اور اس کی ساری سرگرمیوں کو دبانے پر زور دیا اور یہ سب کچھ ملت کی خیر خواہی اور اسلام کی ترقی کے نام پر انجام پایا۔

دوسری طرف علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کو بحال کرنے کے سلسلہ میں جتنی کوششیں بھی ہوئی ہیں مارکسی کمیونسٹوں نے ان کی بھرپور مخالفت کی ہے، یونیورسٹی کو بند کروانے، دادری کے فسادات کی ساری ذمہ داریاں مسلمانوں پر ڈالنے اور آر ایس ایس کے ملوث ہونے سے صاف انکار کرنے والوں میں پیش پیش رہے تھے۔ ترقی پسند طلبہ کے ایک وفد کا سابق وزیر اعظم سے ملاقات کرنا اور مسلم یونیورسٹی کا اقلیتی کردار بحال نہ کرنے کا مطالبہ ہم جان چکے ہیں۔

یونیورسٹی بند ہو جانے کے بعد جب طلبہ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے آئے تو مسلم یونیورسٹی کے ایک عظمی طالب علم رضوان احمد سے اعظم گڑھ کے مشہور ہفت روزہ سمتا سنگھرش (समता संघर्ष) نے ایک مختصر انٹرویو لیا جس میں پردھان سمپادک کملا کانت نے سوال کیا کہ کیا آپ کو علم ہے کہ یونیورسٹی میں فرقہ وارانہ مسلم طلبہ کی بھی کوئی تنظیم ہے؟ رضوان احمد نے برجستہ جواب دیا۔

"یونیورسٹی میں مسلم فرقہ پرست طلبہ کی بھی ایک تنظیم ہے جس کا نام ہے "اسٹوڈنٹس اسلامک موومنٹ آف انڈیا" (اسلام پسند طلبہ کی کل ہند تنظیم) حالیہ فسادات میں اسی تنظیم کے افراد بھی رہنمائی کر رہے تھے۔

(سمتا سنگھرش ۱ تا ۸ جون ۱۹۷۹ء)

بعد میں معلوم ہوا کہ یہ طالب علم رضوان احمد بھی S.F.I. کا ایک ممبر ہے جو C.P.M. کی ایک شاخ ہے، یونیورسٹی میں ترقی پسندوں کی واضح شکست کے بعد اب یہ مسلم تنظیموں کے پیچھے پڑ گئے ہیں اور بے سروپا الزامات عائد کر کے انہیں بدنام کر دینا چاہتے ہیں۔

حیرت ہے کہ مدیر کملا کانت نے اسے کیسے درست

مان لیا، جبکہ وہ جانتے ہیں کہ ایس۔ آئی۔ ایم اور جماعت اسلامی میں فکری و نظری لحاظ سے چولی دامن کا ساتھ ہے اور اسی ہفت روزہ نے اسی شمارہ میں جماعت اسلامی ہند کے گورکھپور ڈویژن کے سالانہ اجتماع کی رپورٹ بھی شائع کی ہے جس کا ایک جا پروگرام سمپوزیم کا تھا جس کا عنوان تھا "ملک کا موجودہ بگاڑ اور اس کی اصلاح کی تدابیر"۔ جس میں تمام مذہبی و سیاسی پارٹیوں کو بلا تفریق مذہب و ملت اظہار خیال کی دعوت دی گئی تھی تاکہ مذہبی منافرت ختم ہو اور ملک کے باشندوں میں اخوت و محبت اور تعمیری جذبات نشوونما پا سکیں۔

یہ تو اپنے ملک کی بات تھی، عالمی سطح پر بھی کمیونسٹ بوکھلائے ہوئے ہیں اور اسلام دشمنی کا واشگاف اظہار کر رہے ہیں، حال میں شام کی بعث پارٹی نے وہاں کے ۱۸ اخوانیوں کو پھانسی پر چڑھا دیا ہے، اسلام پسندوں پر طرح طرح کے حربے آزمائے جا رہے ہیں، نظام تعلیم و تربیت اور سیاست و جہانبانی سے اسلام کو خارج کرنے کے لئے طرح طرح کی تدبیریں اپنائی جا رہی ہیں۔

عراق میں کمیونسٹ سنیوں کو شیعہ فرقہ کے خلاف بھڑکا رہے ہیں، وہاں کی کمیونسٹ حکومت جو نام نہاد سنیوں کے ہاتھ میں ہے، وہاں کے اسلام پسندوں اور ایران کے بڑھتے ہوئے روابط سے خوفزدہ ہے اس لئے ان میں منافرت پھیلانا چاہتی ہے، لیکن اس میں اس کو شدید ناکامی کا سامنا ہو رہا ہے۔

غرضیکہ پوری دنیا میں کمیونسٹ بوکھلائے ہوئے ہیں اور سراسیمگی کا شکار ہیں اور اس کا اظہار وہ اپنی کانفرنسوں، جلسوں، تحریروں اور تحریک اسلامی کے خلاف بیانات کے ذریعہ کرتے رہتے ہیں۔

عالمی سطح سے قطع نظر ہندوستان کے طلبہ و نوجوانوں کی حالت زار پہ رحم آتا ہے جو شعوری اور غیر شعوری طور پر نانِ شکم کے غلام بن کر اخلاق و کردار کی تباہی اور انسانی اقدار کی بدحالی کے لئے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔ یہ بیچارے زندگی کے صحیح اور اعلیٰ مقصد سے غافل ہو کر دو وقت کی روٹی کے لئے اپنے ضمیر کو سرخ دیوتا کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں، ان میں اکثریت ان سادہ لوح مسلم طلبہ کی ہے جو اپنے کسی ذاتی مفاد و مصلحت کی خاطر اس تنظیم سے وابستہ ہیں اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ اس تنظیم کا مقصد اخلاق و کردار پر حملہ کرنا اور مذہبیت اور اسلام کے عالمگیر پیغام کو درگور کرنا نہیں بلکہ محض ملت کے مسائل حل کرنا ہے، لیکن جو درخت ہمیشہ سے فضا کو مسموم کرتا آ رہا ہو آج اس سے تعمیر کی توقع کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ کمیونسٹوں نے اب تک اپنی پوری تاریخ میں جو انسانیت کش سیاہ کارنامے انجام دیئے ہیں وہ ہماری آنکھ کھول دینے کے لئے کافی ہیں۔ کاش ہمارے وطن کے نوجوان سوچتے؟

ہے کوئی نوجوان جو میری اس پکار پہ لبیک کہے؟

کلمۂ حق!

مامون الرشید کے دربار میں ایک شاعر نے قصیدہ پڑھا اس میں ایک شعر یہ تھا:۔

"امیر المومنین! اگر آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت موجود ہوتے تو خلافت کا جھگڑا سرے سے پیدا ہی نہ ہوتا"

دربار میں ایک شخص نے اٹھ کر فوراً ٹوکا "تو جھوٹ بولتا ہے، امیر المومنین کے دادا حضرت عباسؓ وہاں موجود تھے ان کو کس نے پوچھا؟

مامون نے اس جواب کی تحسین کی اور شاعر کو غلو سے روک دیا۔

غزل

مرکزی درس گاہ جماعت اسلامی
دو محلہ روڈ - رام پور - یو.پی
۱۰۹/۴/۲
۱۶ر جون ۶۳ء

برادر عزیز! سلام مسنون۔

کرم نامہ نظر نواز ہوا، درس گاہ میں تعطیل کی وجہ سے میں رام پور سے باہر رہا، اس لئے جواب کافی تاخیر سے دے رہا ہوں جس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ درس گاہ میں "حیات نو" کے دو شمارے نظر سے گذر چکے ہیں، میری دعا ہے کہ یہ ماہنامہ خوب پھلے پھولے، اللہ تعالیٰ اسے ترقی و استحکام عطا فرمائے، مجھے آپ لوگوں کی صلاحیتوں سے امید ہے کہ "حیات نو" کو سجانے اور سنوارنے میں ہمیشہ خوب سے خوب تر کی جستجو میں لگے رہیں گے۔ ایک غزل ارسال خدمت ہے، امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ والسلام۔

مخلص :- ابوالمجاہد زاہد

خود اپنے سحر و جذب و کشش کی دلیل ہے
وہ کس قدر حسین و جمیل و شکیل ہے

اس شخص کے لئے جو بصیر و عقیل ہے
ہر ہر نفس حیات کا اک سنگِ میل ہے

دنیا میں کیا بلندی و پستی کا اعتبار
کل تک جو اک پہاڑ تھا، اب ایک جھیل ہے

اپنے مکاں کو تو ہی بچا صاحبِ مکاں!
کعبہ پہ آج یورشِ اصحابِ فیل ہے

بھڑکی ہوئی ہے آتشِ نمرود چار سو
کوئی خلیل ہے نہ کوئی ہم خلیل ہے

کیوں ہو مجھے کسی کی وکالت کی احتیاج
میرا وکیل وہ ہے جو نعم الوکیل ہے

کچھ وقت ہی سے ہے در پئے آزار دوستو!
کچھ وقت کو ہماری طرف سے بھی ڈھیل ہے

ہر در پہ سر جھکا کے وہ کیوں ہو ذلیل و خوار
زاہد تو صرف بندۂ ربِ جلیل ہے

روزہ اور قرآن شفاعت کریں گے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ أَيْ رَبِّ إِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ، فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔ (رواہ البیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کرتے ہیں، روزہ کہتا ہے کہ اے رب میں نے اس کو دن بھر کھانے (پینے) اور شہوات سے روکے رکھا، تو میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما۔ اور قرآن کہتا ہے کہ (اے رب) میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا، تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ پس دونوں کی شفاعت قبول فرمالی جائے گی۔ (بیہقی)

اس کا یہ مطلب نہیں کہ روزہ اور قرآن کوئی جاندار ہیں جو کھڑے ہو کر یہ بات کہتے ہیں، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک روزہ دار کا روزہ رکھنا اور قرآن پڑھنے والے کا قرآن پڑھنا، دراصل خود اپنے اندر ایک شفاعت رکھتا ہے۔ جب روزہ اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے کہ اس بندے نے روزہ رکھا ہے تو اس پیشی کے ساتھ ساتھ روزے کی یہ شفاعت بھی موجود ہوتی ہے کہ یہ بندہ آپ کی خاطر دن بھر بھوکا پیاسا رہا، یہ چھپ کر کھا پی سکتا تھا اور دوسری خواہشات بھی پوری کر سکتا تھا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اس بندے نے چونکہ آپ کی خاطر دن بھر بھوک پیاس برداشت کی ہے اور اپنی دوسری خواہشات پر بھی پابندیاں عائد کیے رکھی ہیں اس لیے اس کے قصور معاف فرما دیجیے۔

اسی طرح ایک شخص رات کو جو قرآن مجید جب وہ قرآن اللہ کے حضور پیش کیا جاتا ہے کہ آج اس بندے نے اتنا قرآن پڑھا ہے تو قرآن کا وہ پیش کیا جانا ہی خود اپنے اندر ایک شفاعت رکھتا ہے اور وہ شفاعت یہ ہے کہ اس بندے نے دن بھر کے روزے سے تھکا ماندہ ہونے کے باوجود آپ کی رضا جوئی کی خاطر رات کو (نماز میں) کھڑے ہو کر قرآن پڑھا، اس لیے اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں۔

ظاہر بات ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز مومنین صالحین کی شفاعت فرمائیں گے اسی طرح خود آدمی کے اپنے اعمال بھی اس کے حق میں شفیع ہوتے ہیں۔ آدمی کے اعمال خدا کے حضور یہ شفاعت کرتے ہیں کہ یہ آدمی یہ نیکیاں کر کے آیا ہے اس لیے اسے بخش دیجیے اور اس سے درگزر فرمائیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے حق میں روزے اور قرآن مجید کی یہ شفاعتیں قبول فرما لیتا ہے۔

ملاقاتی :- حفیظ الرحمٰن فلاحی

بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی

(مولانا جلیل احسن ندوی سے انٹرویو)

ہم مشرقیوں کی یہ افسوسناک روایت رہی ہے کہ ہم زندہ اشخاص کی قدر کرنے کی بجائے مرحومین کی قبروں پر فاتحہ خوانی، ان کی شخصیت، سیرت و کردار اور فکر و نظر کو اجاگر اور نمایاں کرتے ہیں، تحریک اسلامی کے یہاں تو زندہ شخصیتوں کی قدر افزائی کے معاملے میں اور بھی زیادہ بے پروائی اور غفلت کا ثبوت دیا جارہا ہے، حالانکہ اگر ان زندہ شخصیتوں کو اعتدال و توازن کے ساتھ اجاگر کیا جائے تو اس کارواں کے بہت سے درماندہ راہرو اپنے لئے جیتی جاگتی مثالیں اپنے سامنے رکھ سکتے ہیں، یہی وہ احساس تھا جس نے مجھے تحریک کے ایک قدیم کارکن، ایک بہترین ادیب، مولانا اختر احسن اصلاحی کے ممتاز خوشہ چیں مفسر مولانا جلیل احسن ندوی مدظلہ العالی سے انٹرویو لینے پر آمادہ کیا۔

میں نے سوچا کہ اس طرح مولانا کی ہمہ گیر شخصیت کے کچھ پوشیدہ گوشے اجاگر ہوں گے اور بہت سی مفید معلومات سامنے آئیں گی، چنانچہ میں نے اس ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ کر لیا۔ میرے خیالات کی رو ابھری اور میں نے ایک مختصر سوال نامہ مرتب کر ڈالا، کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ مولانا نے کبھی اپنے لئے بار گراں نہیں سمجھے، اپنی بیماریوں اور کمزوریوں کو پیش کریں گے۔ پیہم اصرار کا سامنا کرنا ہوگا۔ سوالنامہ مرتب کرتے وقت مجھے کافی دقت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ

مولانا محترم کی شخصیت مختلف حیثیتوں کے تحت گھومتی ہے۔ ایک عربی طالب علم کی حیثیت سے، دینی درسگاہ کے مدرس کی حیثیت سے، دوسری طرف ایک بلند پایہ عالم قرآن کی حیثیت سے، ایک اچھے حدیث داں اور مترجم کی حیثیت سے، پھر سب سے بڑھ کر دنیا کی سب سے عظیم اور انقلابی تحریک کے کارکن کی حیثیت سے، یہ تمام حیثیتیں مولانا کو گھیرے ہوئے ہیں، لہٰذا میں نے سوچا کہ ان تمام حیثیتوں پر مفصل گفتگو تو ناممکن رہے گی، البتہ بالاختصار مولانا کی زندگی کے اہم گوشوں کو اجاگر کرانے کی کوشش کروں گا۔

حسب وعدہ میں مولانا کے کمرے میں حاضر ہوا، مولانا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک طرح کی خاموشی چھا جاتی ہے، علمی ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ کمرے کے بائیں جانب کتابوں کی الماریاں ہیں جن میں ضخیم، قیمتی اور مفید کتابیں قرینے سے سجی ہوئی ہیں، کمرے کے بیچ میں وہ چارپائی بچھی ہوئی ہے جس پر مولانا آرام فرماتے ہیں، مطالعہ کرتے ہیں، ملاقاتی پہلے ہی لمحہ اس حقیقت کا اندازہ لگا لیتا ہے، اس پر روزانہ کی ڈاک سے آتے ہوئے رسالے، اخبارات اور دیگر مفید کتابیں رکھی ہوتی ہیں۔

مولانا میری آمد کا مقصد سمجھ چکے تھے، میں اطمینان سے بیٹھا۔ انھیں کی اجازت پر میں نے سوال کیا۔

ابتدائی زندگی کے دلچسپ اور سبق آموز واقعات، تعلیم و تربیت کے مراحل، بالخصوص قرآن سے آپ کی رغبت اور اس کے اسباب؟

مولانا محترم نے میرے سوال کو غور سے سنا، کچھ دیر خاموشی کے بعد اپنی زندگی کا پہلا اور سب سے اہم ورق الٹا۔

میری ابتدائی زندگی کے دلچسپ اور سبق آموز واقعات میں سب سے پہلا واقعہ یوں ہے۔

میں یہیں بلریا گنج میں مڈل اسکول میں پڑھتا تھا یہاں سنیچر کی دوپہر کو چھٹی ہو جاتی تھی۔ ایک دن کا واقعہ ہے کہ سنیچر کی دوپہر کو چھٹی ہوئی تو میں اکیلا اپنے گاؤں جانے لگا، بلریا گنج چوک سے آگے ایک پختہ بڑا کنواں اور اس کے قریب آموں کا ایک چھوٹا سا باغ تھا (اب نہ تو وہ باغ ہی اور نہ وہ کنواں) میں جب اس کنویں کے محاذ میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ گرمی کی اس تیز اور چلچلاتی دھوپ میں ایک آدمی کنویں کی جگت پر اکڑوں بیٹھا ہوا ہے۔ میں اکیلا اور آس پاس کوئی آدمی نہیں، اس آدمی نے اشارہ سے مجھے اپنی طرف بلایا، میں ڈرا کہ یا تو مجھے کنویں میں ڈال دے گا، یا قتل کر دے گا، بہر حال ڈرتے ڈرتے اس کی طرف بڑھا، جب کنویں کے قریب پہونچا تو اس نے جلتی ہوئی جگت پر اپنا بڑا سا گمچھا جو سفید تھا لٹھین کا تھا بچھا دیا اور اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔ اب میری جان میں جان آئی۔ جب میں اس کے قریب بیٹھ چکا تو اس نے دیہاتی زبان میں پوچھا — "بیٹے تمہارے اس تھیلے میں کیا ہے؟" میں نے کہا — "کتابیں ہیں!" — پھر پوچھا — "کہاں پڑھتے ہو؟" — میں نے اپنے ہاتھ سے مڈل اسکول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ "وہاں پڑھتا ہوں" — (اس وقت مڈل اسکول کی عمارت آبادی نہ ہونے کی وجہ کر صاف دکھائی دیتی تھی) اتنا سننا تھا کہ اس کے چہرے پر ناگواری کے اثرات ظاہر ہونے لگے، اس نے کچھ دیر توقف کیا پھر دیہاتی زبان میں کہنا شروع کیا۔ "یہ پڑھائی کس کام کی؟ اس سے کیا فائدہ؟" — "بیٹے! تم تو وہ پڑھائی کرو جس سے قرآن کے معانی و مطالب سمجھ میں آسکتے ہوں"۔ دیہاتی کی یہ موثر اور درد بھری بات میرے دل میں گھر کر گئی اور مجھے ایسا لگا جیسے کوئی بہت بڑی دولت مل گئی ہو۔ میں نے بے چینی کے ساتھ پوچھا کہ "وہ کون سی پڑھائی ہے جس سے قرآن مجید کو سمجھا جا سکتا ہے؟" — اس نے براہ راست جواب دینے کے بجائے یہ کہا کہ — "تم یہاں سے ٹانڈہ چلے جاؤ وہاں جا کر پہلے قرآن شریف حفظ کرو، اس کے بعد فارسی پڑھنا پھر اس کے بعد عربی سیکھنے کا مزہ آئے گا۔ جب عربی پڑھ لوگے تو قرآن شریف کا مطلب سمجھ پاؤ گے" یہ کہہ کر دیہاتی نے مجھے دعا دی اور رخصت کیا۔ دیہاتی سے رخصت ہو کر میں گھر پہنچا، گھر پر دن رات بے چینی کا عجیب عالم رہا، ہر وقت یہی سوچتا رہتا کہ کس طرح ٹانڈہ پہنچوں، کس سے معلومات حاصل کروں اور کس سے مدد لوں پیر کے دن اسکول واپس آیا تو بھی بے چینی کی یہی کیفیت طاری رہی، میں تمام ساتھیوں سے الگ الگ رہتا، ہر وقت خاموش خاموش رہتا اور طرح طرح کے پروگرام بناتا اب نہ وہ خوش گپیاں تھیں اور نہ ہی پڑھنے میں دل لگتا تھا ساتھی پوچھتے تو انھیں کیا بتاتا۔

آخر کار ایک دن یہ تمنا بر آئی اور ٹانڈے کے سفر پر روانہ ہو گیا، گھر کی معاشی حالت بہت خراب تھی، والدہ کا انتقال ہو چکا تھا، میں نے حسب پروگرام پہلے قرآن شریف حفظ کرنا شروع کیا، رات دن محنت کرتا۔ یہ میری مسلسل محنت ہی کا نتیجہ تھا کہ میں نے ایک سال میں ۲۰ پارے یاد کیے اور پندرہ مہینے میں پورا قرآن یاد کر ڈالا اس کے بعد فارسی کا سلسلہ چلا اور اپنی مجنونانہ محنت سے تین سال کی فارسی ایک سال میں پڑھ ڈالی اس کے بعد عربی

کانپور گیا میں نے جس دن عربی شروع کی ہے وہ دن میری زندگی کا سب سے زیادہ پُر مسرت و پُر کیف دن تھا، میں خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ اس طرح میں عربی پڑھنے لگا، لیکن درجے کے ساتھی خوشحال گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اس لئے وہ پڑھائی کی طرف سے بے توجہی برتتے، ہر وقت کھیل میں مصروف رہتے، جو کام دیا جاتا اس کو نہ کرتے، کوئی چیز یاد کرنے کے لئے دی جاتی تو یاد نہ کرتے پڑھائی کی رفتار بہت سست اور مایوس کن تھی، میں اس حالت سے بہت پریشان رہتا۔ ایک دن میں نے اپنے استاد سے رو رو کر یہ کہا، سبق بہت کم ہوتا ہے، یہ کھلاڑی لوگ ہیں، میں یہاں [illegible] کی خاطر تمام مشغلے ترک کر اپنا وطن چھوڑ کر آیا ہوں میں ان کے ساتھ کس طرح چل سکوں گا۔ استاد محترم نے میرے اس سچے شوق کو دیکھ کر مجھے خالی اوقات میں پڑھانا شروع کر دیا، اب میں اور زیادہ محنت کرنے لگا، لیکن اس کے [illegible] تعلیم کی رفتار بتدریج کم ہوتی چلی گئی۔

مولانا کے اس جملے کو سن کر میں حیرت و استعجاب کے عالم میں مولانا کو دیکھنے لگا، قبل اس کے کہ میں کچھ کہوں، مولانا میری حیرت کو بھانپ چکے تھے انھوں نے کہا کہ تعلیم کی رفتار میں کمی کی وجہ دراصل معاشی تنگی اور حد سے زیادہ محنت تھی میری صحت پر اس محنت کا بہت برا اثر پڑا۔

مولانا اپنی زندگی کا ایک اہم ورق الٹ چکے تھے میں کامل توجہ اور انہماک کے ساتھ مولانا کی گفتگو سن رہا تھا مولانا خاموش ہو چکے تھے۔ میری پیاس اور بڑھی اور میں نے اسی واقعہ کے متعلق سوال کیا:

مولانا! آپ کا یہ محسن جس نے آپ کی زندگی میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا ہے، کون ہے؟

مولانا نے میرے اس سوال پر انتہائی چونکا دینے والا جواب دیا:-

میری زندگی کا اتنا عرصہ بیت چکا ہے، میں ہمیشہ اس کی تلاش میں رہا لیکن میں اسے پانے میں ناکام رہا، میرا محسن جس سے زیادہ پُر اسرار اور درد انگیز بات میرے لئے آج تک نہیں بنی، نہ جانے کون ہے؟ کہاں رہتا ہے؟ کیا کرتا ہے؟ ___ اس سلسلے میں مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے وہ یہ کہ مدرسۃ الاصلاح کے دوران قیام جب میں درس و تدریس کی ذمہ داریوں کو انجام دے رہا تھا، مجھے ایک آدمی اسی شکل کا آتا دکھائی دیا، میں اس کو دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف لپکا لیکن قریب پہونچنے اور تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ میرا گمان غلط تھا۔ یہ صاحب مولانا اختر احسن صاحب تھے۔

میں اب بھی جب بلریا گنج کے شمال میں جاتا ہوں تو اس باغ اور کنوئیں کے مقام پر کچھ دیر کھڑا ہو جاتا ہوں اور چاروں طرف اس طور سے نگاہ ڈالتا ہوں کہ میں کسی کو تلاش کر رہا ہوں۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں میری زندگی کا سب سے عظیم انقلاب آیا ہے۔

میرا خیال ہے کہ شاید وہ کوئی فرشتہ خداوندی تھا جو مجھے صحیح راہ دکھانے آیا تھا میرے نزدیک اور دیگر محققین کے نزدیک ملائکہ کی ایک ایسی جماعت خداوند قدوس نے مقرر کر دی ہے جو دنیا کے بھولے بھٹکے انسانوں کو راہ مستقیم دکھاتی رہتی ہے۔

مولانا اپنی بات کہہ چکے، کچھ دیر خاموش رہے اور پھر انھوں نے اپنی کتاب زندگی کا ایک اور ورق الٹا۔

"قرآن سے لگاؤ کا ایک سبب تو یہ واقعہ ہے جو اوپر بیان ہوا اور دوسرا سبب یہ ہے جو اس سے پہلے دور سے متعلق ہے وہ یہ کہ میری والدہ مرحومہ کی تعلیم صرف قاعدہ بغدادی سے لے کر "الم ترکیف" تک تھی، جس کا انھیں ہمیشہ قلق رہا۔ البتہ وہ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو پڑھنے کی ہمیشہ تلقین کرتی رہتیں اور اپنی زندگی کو بطور عبرت پیش کرتیں، ان کا معمول تھا کہ صبح کو میرے پاس بیٹھ جاتیں اور

تلاوت کرنے کے لیے کہتیں، میں تلاوت کرتا اور ان کی نظر
قرآن پر ہوتی وہ مجھ کو لقمہ دیتیں کہ انگلی رکھ کر پڑھو۔ ایک
دن میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو گر رہے ہیں
میرے بار بار کے پوچھنے پر انھوں نے بتایا کہ اپنی محرومی پر
رو رہی ہوں، یہ سن کر میں بہت متاثر ہوا۔ سوچنے لگا
یہ کتاب کتنی عظیم ہے، یہ کتاب ..... ! اگر کوئی اس کو
نہ پڑھ سکے تو بیٹے آپ کو محروم سمجھتا ہے اور اپنی محرومی پر
آنسو بہاتا ہے۔

قرآن سے لگاؤ کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دارالعلوم
دیوبند کے دوران قیام مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے
ایک رسالہ "الاصلاح" نکلتا تھا جس میں قرآن سے
متعلق مضامین شائع ہوتے تھے میں ان مضامین کو انتہائی
دلچسپی اور پابندی سے پڑھتا اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس
کی تلقین کرتا، اس طرح قرآن سے میرا لگاؤ بڑھتا گیا۔

قرآن سے لگاؤ کی ایک خاص اور اہم وجہ یہ بھی ہے
کہ مولانا اختر احسن اصلاحی مرحوم کی خواہش پر میں مدرسۃ الاصلاح
میں مدرس ہو گیا۔ مولانا مرحوم، علامہ فراہیؒ کے خاص شاگرد
ہونے کے ناطے قرآن کے زبردست عالم تھے۔ ان کی
تحقیق نہایت ہی اعلیٰ ہوتی تھی، ان کے سوچنے کا انداز
نرالا تھا، وہ قرآن کو بہت سوچ سمجھ کر پڑھتے، مولانا مرحوم
سے متاثر ہو کر میں نے بھی ان سے استفادہ شروع کر دیا۔
ان کی صبح و شام کی نشستوں اور مذاکرات سے معلوم ہوا کہ
قرآن دانی کیا ہوتی ہے، اس پوری مدت میں مجھے بہت
زیادہ تو نہیں حاصل ہوا البتہ پیاس ضرور کچھ تیز ہو گئی۔

—— مولانا اپنا جواب مکمل کر چکے تھے۔

مولانا محترم نے انتہائی درد انگیز اور موثر انداز
میں یہ باتیں بتلائی تھیں، یہ ایک اچھے ذہن کی اچھی اچھی
باتیں تھیں، انھوں نے ہماری خواہش پر اپنی زندگی کے
چند درخشاں پہلوؤں کو اجاگر کیا تھا۔ کاش کہ ہم سمجھ لیتے۔

مولانا خاموش ہوئے تو میں نے باد نسیم کی طرح شکستہ
شکستہ پھر ساز ہستی چھیڑ دیا۔

مولانا! آپ جماعت اسلامی سے کب اور کیوں
وابستہ ہوئے جبکہ اس وقت دیگر قومی و وطنی تحریکیں
جنم لے چکی تھیں اور انھیں سواد اعظم کی حمایت حاصل تھی

مولانا نے جواب میں فرمایا:۔

میں یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے
شیوخ سے ہمیشہ انتہائی عقیدت اور محبت رہی ہے، میں
ان کی خدمات جلیلہ کا معترف اور ان کا صد درجہ احترام
کرتا ہوں لیکن چونکہ وہ کانگریس کی وطنی اور قومی تحریک
سے وابستہ تھے، یہ بات میری عقل میں کسی طرح نہ آتی
تھی، میں ان کی اس تحریک کا مخالف تھا، میں مدلل طریقے
سے ہندوستان کی اس قومی اور وطنی تحریک کو غلط ثابت
نہیں کر سکتا تھا لیکن اس کو قبول کرنے کے لیے کبھی آمادہ
نہیں ہوا، اسی زمانے میں مودودی صاحب نے ہندوستان
کی اس وطنی اور قومی تحریک پر محققانہ انداز میں تنقیدیں کیں
اور ——

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

جس زمانے میں میں دارالعلوم ندوۃ العلماء
میں پڑھ رہا تھا میں نے دیکھا کہ طلبہ کی ۹۹ فیصد تعداد
وہ ہندوستانی نیشنل ازم کی گرویدہ تھی چنانچہ میں نے
کام شروع کر دیا اور مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
کی بنیادی تنقیدوں کا سہارا لے کر ان کی تمام دلیلوں
کو توڑتا رہا، زیادہ عرصہ نہ گزرنے پایا تھا کہ طلبہ میں سے چند
کو چھوڑ کر تمام اس ہندوستانی نیشنل ازم سے متنفر
ہو گئے، اس کے بعد مولانا مودودی کے دوسرے مضامین
پڑھے جن سے معلوم ہوا کہ اسلام کی راہ پر چلنے کی صحیح شکل
کیا ہے؟

اس کے بعد جماعت اسلامی قائم ہوئی، میں بریلی اشاعت العلوم میں پڑھتا تھا، مولانا حامد علی (سکریٹری جماعت اسلامی ہند) وہاں بہ حیثیت طالب علم تھے، میں نے انھیں مولانا مودودی کے نظریات سے متعارف کرایا، وہ کافی متاثر ہوئے، اس طرح ہم دونوں آگے پیچھے جماعت کے رکن بن گئے۔

مولانا، حدیث کا گہرا علم رکھتے ہیں، مولانا مودودی کی کتابوں کے مترجم ہیں، مولانا نے حدیث کی دو کتابیں راہِ عمل اور زادِ راہ کے نام سے لکھیں، ان میں آپ نے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت فصیح و بلیغ شگفتہ اور رواں ترجمہ کیا ہے، دونوں کتابیں عوام و خواص میں کافی مقبول ہیں، میں نے مولانا کی اس حیثیت کے سامنے رکھ کر پوچھا۔

مولانا! حدیث کے ترجمے اور تشریح لکھنے کا خیال آپ کے ذہن میں کیونکر آیا، مزید اس میدان میں کیا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟

مولانا کچھ دیر کے لیے رکے، بیڑی کا ایک زوردار کش لیا، جسم میں حرکت پیدا کی اور یوں گویا ہوئے:-

ایک مرتبہ عبدالحی صاحب (مدیر الحسنات) مجھ سے کہنے لگے کہ ہم لوگوں کے پاس حدیث کی کوئی ایسی کتاب نہیں ہے جو دعوتی طرز پر لکھی گئی ہو جس سے رفقاء اندازہ کر سکیں، چنانچہ انھیں کی تحریک اور اصرار پر میں نے یہ کام شروع کر دیا اور درسی مشغولیات کے ساتھ ساتھ چار مہینے لگاتار محنت سے پہلی کتاب راہِ عمل لکھی، اس کے بعد زادِ راہ لکھی، جہاں تک آئندہ کا سوال ہے اس سلسلے میں چند کام میرے پیش نظر ہے، پہلا کام ان تقاریر کا مجموعہ تیار کرنا ہے جو غیر مسلموں کے سامنے قرآن میں کی گئی ہیں، دوسری طرف میں ایک حدیث کا مجموعہ "حدیث خواتین" تیار کر رہا ہوں

اس کے علاوہ ترتیبی انداز کا ایک مجموعہ قرآنی آیات پر مشتمل ہوگا جس کا کچھ حصہ تیار ہو چکا ہے اور بقیہ کام جاری ہے، نیز اسوۂ صحابہؓ اور اسوۂ نبیؐ کے تحت ایک مفصل مجموعہ میرے پیش نظر ہے: مولانا جواب دے کر خاموش ہو گئے۔

مولانا قرآن کے بلند پایہ عالم ہیں، قرآن مولانا کا خاص موضوع ہے، قرآن سمجھنے ہی کی خاطر مولانا نے عربی تعلیم شروع کی تھی، یہ حیثیت ہمارے ہر وقت سامنے رہتی ہے، چنانچہ میں نے ایک مفید سوال کیا۔

مولانا قرآن کے طلبہ قرآن کا مطالعہ کس طرح کریں؟

مولانا نے اپنی مخصوص آواز میں جواب دیا۔

اس سوال کا جواب وہ ہے جو مولانا اختر احسن صاحب مرحوم نے اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں دیا تھا، وہ یہ کہ سب سے پہلے سورۃ کے مشکل الفاظ کی تشریحات لغت کی کتابوں سے اپنی کاپی پر درج کی جائے، اس کے بعد نحوی ترکیب کا نمبر آتا ہے، جو مشکل ترکیبیں ہوں انھیں حل کیا جائے، اس کے بعد سورہ کا اپنے طور پر مطالعہ کیا جائے اور ہر آیت کا مفہوم اپنے طور متعین کیا جائے، پھر تفاسیر دیکھی جائیں کہ مفسرین میں کسی نے آپ کا مفہوم لیا ہے یا نہیں، اگر کسی نے بھی نہیں لیا ہے تو پھر غور کرنا چاہئے کہ آپ کے متعین کردہ مفہوم میں کوئی غلطی تو نہیں ہو گئی ہے، یہ تو آیت کے معنی کی بات ہوئی، اس کے بعد یہ دیکھنا ہوگا کہ آیت کے باقی جملے کس حد تک مربوط ہیں، پھر اوپر کی آیات سے ان کا کیا تعلق ہے، اس کے بعد سورۃ بکثرت تلاوت کی جائے اور دیکھا جائے کہ سورہ میں کیا چیز سب سے زیادہ ابھار کر پیش کی گئی ہے، ایسا کرنا اس لئے ضروری ہے کہ اس کے بغیر عمود اور مرکزی مضمون کی تعیین مشکل ہے اور سب سے آخر میں یہ بات پیش نظر رہے کہ بندہ کو قرآن سے تعلق لگاؤ ہوگا اور جس

عہد تک اللہ تعالیٰ سے اس کا معاملہ درست ہوگا، اسی لحاظ
سے اللہ تعالیٰ اسے صحیح مقام تک پہنچا دے گا۔ میں مولانا کے
جواب کو غور سے سن رہا تھا، میرے اندر خیالات کا سیلاب
امڈ پڑا تھا، میں نے خیالات کے گرداب سے نکلنے کی
کوشش کی اور مولانا کی داعیانہ زندگی کی طرف پلٹا، دائی
تحریک کے سامنے میں نے اپنی یہ خلش رکھی۔

مولانا! عالم اسلام میں شکست خوردگی اور انتشار
کی کیفیت چھائی ہوئی ہے، اس کے بڑے بڑے اسباب
کیا ہیں اور یہ کہ عالم اسلام کے اتحاد میں کیا چیز مانع ہے

مولانا نے ارشاد فرمایا:۔

عالم اسلام کے انتشار کا واحد سبب یہ ہے کہ اس
قوم کے پاس خدا کی کتاب ہے اور جس قوم کو اللہ تعالیٰ اپنی
کتاب دیتا ہے، اس کی ترقی و تنزل، اس کا عروج و
زوال سب کچھ موقوف ہوتا ہے اس بات پر کہ خدا کی کتاب
کے ساتھ اس قوم کا سلوک کیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ کتاب
ایک عہد نامہ ہے جو طرفین میں طے پایا ہے، مومنین "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا"
کا عہد کرتے ہیں اور خدا کی طرف سے "اِنِّیْ مَعَکُمْ" کا وعدہ
ہوتا ہے، یعنی یہ کہ دنیا میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا اور
آخرت میں بھی، دنیا میں دشمنوں کی دسیسہ کاریوں سے
محفوظ رکھتے ہوئے تم کو سیاسی اقتدار سے نوازوں گا
اور آخرت میں دار السلام میں بساؤں گا، اب دیکھیے
کہ اس قوم کا خدا سے کیے گئے عہد بندگی کے ساتھ کیا معاملہ
ہے؟ کیا یہ قوم نقض عہد، غداری اور عہد شکنی نہیں کر رہی ہے؟
وہ لوگ جو کسی ملک میں اکثریت میں ہیں اور وہ بھی جو کسی ملک
میں اقلیت میں ہیں، دونوں غدار اور عہد شکن ہیں۔

مولانا کی آواز بھرانے لگی تھی، مولانا جوشیلی آواز
میں گویا تھے، اب نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ قوم بانجھ
ہو گئی ہے کہ اس کو میثاق الٰہی یاد دلایا جائے اور قابل ماتم
یہ بات ہے کہ عہد بندگی کرنے والی قوم کی اکثریت میثاق
الٰہی کی یاد دہانی کرانے والوں کے خلاف نبرد آزما ہے۔ میں
تو حیران ہوں کہ یہ قوم کس طرح اب تک زندہ ہے۔ اگر یہ
زندہ ہے تو محض خدا کی مہربانی ہے"۔

مولانا کے اس جملے نے مجھے چونکا ہی ڈالا۔

کتاب میثاق یعنی قرآن نے کیا ان ہی لوگوں کے بارے
میں نہیں کہا تھا۔ "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"۔
یہ آیت بتاتی ہے کہ اگر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے نہ تھاما گیا
تو لازماً تفرق و انتشار برپا ہوگا، کیا یہ قوم نہیں جانتی کہ ایمان و
اطاعت کے بعد قرآن میں سورۃ مائدہ موجود ہے جو میثاق
کی سورہ ہے، اس میں قرآن ماننے والوں کو میثاق پر قائم
رہنے اور اسے نہ توڑنے کی بار بار ہدایت کی گئی ہے۔ ناقضین
عہد بالخصوص یہود کے نقض عہد کی تاریخ بیان کی گئی ہے،
تاکہ یہ قوم جب کتاب اللہ پڑھے تو شروع ہی میں یہ پانچ مدنی
سورتیں پڑھے اور قوم یہ بات یاد رکھے کہ اس کی زندگی اسی
میثاق سے وابستہ ہے، اب مولانا خاموش ہو چکے تھے۔
مجھے احساس ہوا کہ مولانا کے جذبات میں تلاطم اور اضطراب
اب بھی پوری طرح کارفرما ہے۔

تحریک اسلامی کا ایک قدیم کارکن میرے پاس بیٹھا تھا،
کہ جیسے موقع مجھے حاصل ہو گیا تھا، ایسے مواقع بار بار کہاں
میسر، میں نے موقع کو غنیمت جانا، پہلو کو بدلتے ہوئے
یوں استفسار کیا۔ "مولانا! آپ جماعت اسلامی کے
قدیم کارکن کی حیثیت سے اس کی رفتار ترقی پر روشنی ڈالیں گے؟"
مولانا نے بہت محتاط انداز میں فرمایا کہ تحریک اسلامی
کی رفتار ترقی اللہ تعالیٰ کے شکر سے بہت زیادہ اطمینان
بخش ہے، آج جماعت اسلامی ایک عظیم طاقت بن کر ابھر
رہی ہے، اس کی آواز دنیا کے کونے کونے تک پہنچ رہی ہے
اس میں اللہ کے بندے برابر شامل ہوتے جا رہے ہیں، آج
سے تیس سال پہلے یہ آواز بہت خفیف تھی اور آج یہ نتیجہ ہے
اللہ کے فضل و کرم اور کارکنان کے خلوص اور لگاتار محنت کا۔ اس

سلسلے میں یہ بات پیش نظر رہے کہ جماعت کی ترقی کا دارومدار امراء اور سربراہان جماعت پر ہے، امراء اقامت دین کے اس کام میں جس قدر دلچسپی کا مظاہرہ کریں گے، ارکان اس کی اسی قدر پیروی کریں گے، فرض کیجیے امراء کے اندر ۲۰٪ گرمی ہے تو ارکان کے اندر کم از کم ۲۰٪ گرمی ہوگی، اگر امراء کے اندر ۵۰٪ گرمی ہے تو ارکان کے اندر ۴۰٪ گرمی ہوگی، امراء کی حیثیت صحیح معنوں میں پاور ہاؤس کی ہے۔

تحریک کو چلانا کوئی آسان کام نہیں، یہ تو بڑے جان جوکھوں کا کام ہے، خصوصاً ان حالات میں جبکہ ماحول اس طرح کی تحریک کے لئے بالکل مخالف اور ناسازگار ہو یہاں تو قدم قدم پہ مشقتوں، مخالفتوں، جھوٹے پروپیگنڈوں اور افتراء پردازیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، فتویٰ بازی کی مہموں، قید و بند کی سختیوں اور دار و رسن کی منزلوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے، خاندان اور معاشرے سے جنگ نفس سے محاربہ اور اسی قسم کی سیکڑوں آزمائشیں آن پڑتی ہیں۔"

مولانا نے یہ جواب کتنے پُر اعتماد لہجے میں دیا تھا، تصور کیجیے!

مولانا عربی مدارس کے ایک طالب علم رہ چکے ہیں، پھر اس سے بڑھ کر آپ کی حیثیت ایک مدرس کی ہے، میں نے اپنے الفاظ کو جامہ پہنایا اور ایک دوسری نوعیت کا سوال کر ڈالا۔

"آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ عربی مدارس میں گزارا ہے، کیا عربی طلبہ کی خامیاں اور خوبیاں، عربی اساتذہ کی ذہنی کیفیات اور رجحانات اور ناکامیوں کے اسباب کی وضاحت کریں گے؟"

مولانا نے جواب میں فرمایا "عربی مدارس کے طلبہ قرآن و حدیث پڑھتے ہیں لیکن وہ لگن اور انہماک اور وہ تگ و دو جو ان کے لئے ضروری ہے اس سے وہ یکسر خالی نظر آتے ہیں۔ وہ ایک قسم کے احساس کمتری میں مبتلا رہتے ہیں، اللہ کے دین کو غالب کرنے کا نصب العین نہیں جاگتا، دوسری طرف اساتذہ میں جمود کی کیفیت ہے، وہ اپنے موجودہ حال پر قانع ہیں، ان پر بھی نصب العین واضح نہیں، یہی وجہ ہے کہ وہ جز وقتی مقاصد کے لئے کام کر رہے ہیں۔"

میں گھبرا اٹھا اور سراسیمگی کی حالت میں مولانا سے بے ساختہ پوچھا۔

"مولانا اس صورت حال کو بدلنے کے لئے آپ کیا حل پیش کرتے ہیں؟"

مولانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"یہ تو بھائی ان مدارس کا کام ہے کہ وہ اپنی اصلاح کریں، ہم صرف حل پیش کر کے کیا کر سکتے ہیں؟"

مولانا کچھ دیر رکے اور کہنا شروع کیا۔

"مدارس میں عربی اس طرح پڑھائی جائے جو قرآن کو سمجھنے میں مددگار رہے، قرآن کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ دی جائے، اس طرح طالب علم اللہ کی کتاب کو اچھی طرح سمجھے گا اور اپنی زندگی کا ایک مفید نصب العین متعین کر سکے گا۔ مدارس میں ایک ایسی تنظیم کی ضرورت ہے جو دعوت کی راہیں متعین کرے، اس کا سربراہ ایک ایسا شخص ہو جو عربی مدارس کے علماء اور طلبہ میں قابل اعتماد ہو، یہ کام پڑوسی ملک پاکستان میں بخیر و خوبی انجام پا رہا ہے اور اس کے بہترین نتائج سامنے آ رہے ہیں، ان کی سرگرمیوں سے تنظیم کو فائدہ اٹھانا چاہئے۔"

مولانا کا جواب سن کے مجھے معلوم ہو چکا تھا جب کوئی تجزیہ کرتا ہے تو انسان اپنا گریبان جھانکنے لگتا ہے، میں نے اپنے جامعہ پر نظر ڈالی، الفاظ کو مرتب کرتے ہوئے دل میں خلش لئے ہوئے سوال کیا۔

"مولانا! دیگر مدارس اسلامیہ کے مقابلے میں آپ جامعۃ الفلاح کو کس حیثیت سے ممتاز سمجھتے ہیں؟"

مولانا نے انتہائی اطمینان اور کامل اعتماد سے اس کا جواب دیا۔

"جامعۃ الفلاح دیگر مدارس کے بالمقابل اپنا ایک امتیازی مقام رکھتا ہے۔ دیگر خصوصیات سے قطع نظر یہاں کے طلبہ و اساتذہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کے پاس ایک واضح اور متعین نصب العین ہے، صحیح راستہ ان کے سامنے روشن ہے خواہ وہ جماعت اسلامی سے وابستگی کی صورت میں ہو یا طلبہ کی تحریک اسلامی (اسلامک موومنٹ آف انڈیا) سے تعلق کے نتیجہ میں۔ یہ سب دین ہے یہاں کے اساتذہ کی۔ اس کے بالمقابل جیسا کہ میں واضح کرچکا ہوں کہ دیگر مدارس کے اساتذہ و طلبہ کسی مخصوص راہ کا تعین نہیں کر پاتے۔ اب یہ یہاں کے طلبہ کا کام ہے کہ فراغت کے بعد اس متعین نصب العین پر کہاں تک گامزن ہوتے ہیں۔ ایک مبتدی ہیں یا آخرش ... میں بہت پُرامید ہوں۔"

میرے منہ سے بے ساختہ نکلا ـــــ "مولانا، خدا کرے آپ کی توقعات پوری ہوں۔"

کیا واقعی مولانا سچ کہہ رہے ہیں؟ میں نے اپنے دل سے معلوم کیا، دل نے اس کی صداقت کی گواہی دی، وہ خلش جو کچھ دیر پہلے مولانا کی گفتگو سے پہلے پیدا ہوئی تھی، اب کافور ہو چکی تھی۔ میرا دل خوشی سے بھر لا دستا تھا۔ میں اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا اور نہ جانے کیا سوچنے لگا تھا کہ مجھے یکدم احساس ہوا کہ عصر کی اذان ہو رہی ہے۔ میں اجازت لے کر کمرہ سے باہر آیا۔ اب مجھے کتنا اطمینان تھا اس کا اندازہ ہر کوئی نہیں لگا سکتا۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔

شریعت ہی اصل کسوٹی ہے!

یہ نہ سمجھ لینا کہ حقیقت، شریعت سے الگ اور اس کی مخالف کوئی شے ہے۔ حقیقت شریعت کا جوہر اور اس کی روح ہے اور شریعت، حقیقت کی صورت اور اس کا ہیکل۔

شریعت یہ ہے کہ جو کچھ اللہ و رسولؐ نے فرمایا اس کا اعتقاد رکھا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے اور حقیقت یہ ہے کہ جن چیزوں پر یقین ہے وہ عین الیقین تک پہنچ جائے۔

شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے کہ "ہر وہ حقیقت جس کو شریعت رد کردے، زندقہ ہے بے دینی ہے"۔

اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو ایسا کشف ہو جو دین و شریعت کے موافق نہیں ہے اور وہ اس کو اپنا عقیدہ بنالے تو کافر و زندیق ہوجائے گا۔

ابو سلیمان درانیؒ فرماتے ہیں:۔ "بسا اوقات راہِ سلوک کے وجد و سکر کا کوئی نکتہ سراپا حسن و جمال بن کر میرے سامنے آتا ہے، مگر میں اس کو قبول نہیں کرتا، میں کہتا ہوں جب تک دو شاہد عدل تیرے صدق و راستی پر گواہی نہ دیں، تجھے ہرگز قبول نہیں کرسکتا، یہ دو شاہد عدل کون ہیں؟ اللہ کی کتاب اور رسول اللہ کی سنت۔"

(شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مکتوب نمبر ۱۳)

منقبت مبارکشپوری جامعۃ الفلاح

ماہِ رمضان المبارک

یہ رمضان المبارک رحمتوں کا وہ مہینہ ہے
کہ جب آمادہ نیکی پر ہر اک مومن کا سینہ ہے

نہ دریا میں کوئی شورش نہ کوئی موج ہے گویا
تلاطم خیز بحر زندگی میں یوں سفینہ ہے

شکایت ہے نہ شکوہ ہے زباں پر ذاکر و شاغل
کسی سے ان دنوں گویا نہ رنجش ہے نہ کینہ ہے

سکوں، ایثار، فکر عاقبت، شوق عبادت میں
یہ کچھ اتنا ہے شغف گویا کہ ہر بستی مدینہ ہے

طبائع نرم ہیں اتنی کہ تیرے ہیں زمانے پر
مروّت، آشتی کا ان دنوں ہر دل خزینہ ہے

تجلی زاریوں ہوتا ہے دل مومن کا رمضاں میں
ضیائے مہر سے جیسے منور آبگینہ ہے

بہت ہی بخشے جاتے ہیں گنہ گار اس زمانے میں
یہ رمضان المبارک مغفرت کا وہ مہینہ ہے

مجھے بھی مغفرت کی ہے بڑی امید اے منصف
امید رحمت باری مرے دل کا دفینہ ہے

حمید اللہ فہد
ریسرچ اسکالر جامعۃ الفلاح

"الفرقان" کا ایک اور شگوفہ!

"مولانا مودودی کے حوالے بالکل غلط اور فرضی ہیں"

(مولانا عارف سنبھلی)

ماہنامہ الفرقان لکھنؤ بابت ماہ جون ۱۹۷۹ء میں مولانا محمد عارف سنبھلی ندوی نے "مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی کا ـــ میرا مطالعہ" کے موضوع پر اپنے کچھ احساسات رقم فرمائے ہیں۔ لیکن ان کا تجزیہ کرنے سے پہلے الفرقان کے "نگاہ اولین" پر ایک نگاہ ڈال لینی چاہیئے جسے مدیر محترم مولانا منظور نعمانی نے ترتیب دیا ہے، آغاز میں مولانا محترم نے لکھا ہے کہ:۔

"بہرحال مولوی محمد عارف صاحب کا وہ مضمون اسی شمارہ میں شائع کیا جا رہا ہے، اگرچہ اس میں بعض الفاظ سخت ہیں لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مولانا مودودی صاحب کی عبارتوں سے اس کا پورا جواز پیدا کر دیا ہے"۔ (ص ۳)

مولوی محمد عارف صاحب کے وہ سخت الفاظ کون سے ہیں، ملاحظہ فرمایئے :۔

"مولانا مودودی کے معتقدین کی گمراہی" (ص ۳۵)
"ان کے بارے میں سخت غلو" (ص ۳۴)
"مولانا مودودی کا ایک مرض، بے جا پندار و اعجاب بغض اور کینہ" (ص ۳۶)
"مودودی کا صحابہ پر تنقید کر کے لذت حاصل کرنا" (ص ۳۶)
"مودودی کا شیعہ ذاکرین کے انداز میں صورت حال کا نقشہ کھینچنا" (ص ۳۹)
"صحابہؓ کے بارے میں بے جا ہی نہیں بلکہ سوء ادب" (ص ۳۹)
"ملک غلام علی صاحب کا لغو بات کہنا، حالانکہ وہ تاریخ و سیر اور احادیث سے ثابت شدہ ہیں، صحابیٔ رسول پر سنگین ترین تہمت" (ص ۴۱)
"کبر و پندار کے مستقل مریض" (ص ۴۲)

یہ وہ الزامات ہیں جنھیں مولانا نعمانی نے جائز کہا: اب میں بڑے ادب سے پوچھتا ہوں کہ کیا بالفرض مولانا مودودی کوئی غلطی کر جائیں تو وہ اور ان کے معتقدین گمراہ قرار دے جائیں گے، انھیں ابلیس لعین کی صف میں کھڑا کیا جائے گا، ان پر اعجاب، بغض، کبر اور مرض بے جا پندار کے الزامات تھوپے جائیں گے؟ کسی صحابی کی غلطیوں کی نشان دہی سے وہ توہین صحابہؓ اور سوء ادب کے مرتکب اور شیعہ ٹھہریں گے؟ یہ تقویٰ اور خدا ترسی کا مظاہرہ ہے یا عقل و دانش کا افلاس اور بصیرت کی کم مائیگی؟ ـــ

مولانا نعمانی صاحب نے آخر میں برمنگھم کے ماہنامہ "پیغام اسلام" کا تذکرہ بھی کیا ہے جس میں علمائے کرام کی خدمت میں چند معروضات پیش کی گئی ہیں اور ان سے بڑے ادب سے درخواست کی گئی ہے کہ :-

"ہم اس وقت فسق و ضلالت کی عالمگیر حکمرانی کے خلاف جنگ کر رہے ہیں آپ کو خوب سمجھ لینا چاہئے کہ آپ کا وزن کس پلڑے کی طرف جا رہا ہے، آپ اپنا انجام سوچ لیں۔ اگر خدا کے ہاں آپ سے باز پرس ہوئی اور پوچھا گیا کہ جب حق و فسق اور ہدایت و ضلالت کے درمیان معرکہ برپا تھا تو تم نے کس کو ترجیح دی تھی؟ — اس وقت آپ کا کیا جواب ہوگا؟"

مولانا نعمانی صاحب نے مندرجہ بالا انداز بیان کو غلام احمد قادیانی کا انداز بیان کہا ہے اور لکھا ہے کہ :-

"راقم سطور کا ہرگز یہ خیال نہیں ہے کہ مولانا مودودی یا ان کے رفقاء اور متبعین کا وہی مقام ہے جو مرزا صاحب اور ان کے حواریین کا تھا لیکن ناقدین و معترضین کا منہ بند کرنے اور ان کی تصحیح اور مخلصانہ تنقید کو بھی بے اثر بنا دینے کی تکنیک یہی ہے جو انھوں نے اختیار کی تھی" (الفرقان ص)

گویا ان "مستند بزرگوں" کو خدا خوفی، آخرت کی باز پرس اور ایمان و اسلام کے مفاد کی یاد دہانی کرانا مرزائی انداز بیان ہے۔ ہمارا قصور صرف یہ ہے کہ ہم سب و شتم الزامات و اعتراضات اور تنقیص و تحقیق کے بجائے کیوں ایمان و اسلام کا واسطہ دیتے ہیں؟ آخرت سے ڈرانے اور خدا کی گرفت سے چوکنا کرنے کی تکنیک کیوں اختیار کرتے ہیں؟ — کیا کہتے ہیں آپ اسی طرح تکرار کے بارے میں — ؟

متاع دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی

آئیے اصل مضمون کی طرف | اس مضمون میں مولانا عتیق سنبھلی نے "خلافت و ملوکیت" پر نقد و نظر فرمائی ہے اور مولانا مودودی پر الزام عائد کیا ہے کہ :-

"انھوں نے بالکل غلط اور فرضی حوالے دئے ہیں اور جب ہم نے دھڑکتے ہوئے دل اور لرزتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ کتابوں کو کھول کر دیکھا تو ہمیں یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی کہ مولانا مودودی کے بتائے ہوئے مقامات پر اس بات کا کوئی تذکرہ نہیں تھا جس کو انھوں نے اتنے وثوق اور شد و مد کے ساتھ تحریر فرمایا تھا ہمیں یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ مودودی صاحب اتنی ناروا جسارت کر سکتے ہیں، ہم نے کتابوں کو بار بار الٹ پلٹ کر دیکھا لیکن ان میں سے کسی ایک کتاب میں بھی حضرت معاویہؓ کے بارے میں ان سنگین جرائم کا کوئی ذکر نظر کے سامنے نہیں آیا"

لیکن حضرت مولانا مودودی کی وہ عبارت بھی دیکھتے چلئے جس کو مولانا سنبھلی نے زیر بحث بنایا ہے۔

"ایک اور نہایت مکروہ بدعت حضرت معاویہؓ کے عہد میں یہ شروع ہوئی کہ وہ خود اور ان کے حکم سے ان کے تمام گورنر خطبوں میں بر سر منبر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر سب و شتم کی بوچھاڑ کیا کرتے تھے، حتیٰ کہ مسجد نبوی میں منبر رسولؐ پر عین روضۂ نبوی کے سامنے حضورؐ کے محبوب ترین عزیز کو گالیاں

دی جاتی تھیں اور حضرت علیؓ کی اولاد اور
ان کے قریب ترین رشتہ دار اپنے کانوں
سے یہ گالیاں سنتے تھے، کسی کے مرنے کے
بعد اسے گالیاں دینا شریعت تو درکنار،
انسانی اخلاق کے بھی خلاف تھا اور خاص
طور سے جمعہ کے خطبہ کو اس گندگی سے آلودہ
کرنا تو دین و اخلاق کے لحاظ سے سخت گھناؤنا
فعل تھا۔" (خلافت و ملوکیت ص ۱۷۴)

مولانا مودودی نے طبری جلد ۴ ص ۱۸۸، ابن الاثیر
جلد ۳ ص ۲۳۴ و جلد ۴ ص ۱۵۴، البدایہ جلد ۸ ص ۲۵۹ و جلد ۹
ص ۸۰ کے حوالے دیے ہیں۔ تاریخ طبری تو مجھے دستیاب
نہ ہو سکی، البتہ ابن الاثیر اور البدایہ والنہایہ کو دیکھنے کا
شرف ضرور ملا، آئیے ان حوالہ جات کی طرف رجوع کریں۔

تقویٰ کی بہاریں | مشہور مؤرخ ابن کثیر نے البدایۃ النہایۃ
میں لکھتے ہیں:-

قال ابو زرعة الدمشقی عن
عبد الله بن ابی نجیح عن ابیه قال
لما حج معاویة اخذ بید سعد بن
ابی وقاص و ادخله دار الندوة
فاجلسه معه علی سریره ثم ذکر
علی بن ابی طالب فوقع فیه فقال ادخلتنی
دارك واجلستنی علی سریرك
ثم وقعت فی علی تشتمه، والله لان
یکون فی احدی خلاله الثلاث احب
الی من ان یکون لی ما طلعت علیه
الشمس، ولان یکون لی ما قال له
حین غزا تبوك الا ترضی ان تکون
منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه
لا نبی بعدی احب الی مما طلعت
علیه الشمس ولان یکون لی ما قال له یوم
خیبر لاعطین الرایة رجلا یحب الله
ورسوله ویحبه الله ورسوله یفتح الله
علی یدیه احب الی مما طلعت
علیه الشمس ولان اکون صهره علی ابنته
ولی منها من الولد ماله احب الی من
ان یکون لی ما طلعت علیه الشمس لا ادخل
علیك دارا بعد هذا الیوم ثم نفض
رداءه ثم خرج۔

(البدایة والنهایة ج ۷، ص ۳۴۱)

(ابو زرعہ دمشقی عبد اللہ بن ابی نجیح کے
والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب معاویہؓ نے
حج کیا تو انھوں نے سعد بن ابی وقاص کا ہاتھ
سے پکڑا اور دار الندوہ میں لے جا کر اپنے
ساتھ تخت پر بٹھایا، پھر علی بن ابی طالبؓ
کا ذکر کرتے ہوئے ان کی عیب جوئی کی، حضرت
سعدؓ نے جواب دیا، آپ نے مجھے اپنے گھر میں
داخل کیا، اپنے تخت پر بٹھایا، پھر آپ نے
علیؓ کے حق میں بدگوئی اور سب وشتم شروع
کر دی، خدا کی قسم اگر مجھ میں علی کی تین خصوصیات
میں سے ایک بھی ہو تو وہ مجھے اس کائنات کو
زیادہ عزیز ہو جس پر سورج طلوع ہوتا ہے کاش
کہ نبی نے میرے حق میں یہ فرمایا ہوتا جبکہ
آنحضور غزوہ تبوک پر تشریف لے گئے تو
آپ نے علیؓ کے حق میں فرمایا ــــ "کیا تم اس
پر راضی نہیں ہو کہ میرے لئے تم ویسے ہی ہو
جیسے ہارون موسیٰ کے لئے تھے، الا یہ کہ میرے
بعد نبی نہیں"۔ یہ ارشاد میرے نزدیک
دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔ پھر کاش کہ

یہ حقیقت میں وہ بات ہوتی جو آنحضور نے خیبر کے روز علیؓ کے حق میں فرمائی کہ "میں جھنڈا اس شخص کو دونگا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول اس سے محبت رکھتے ہیں، اللہ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا، وہ بھاگنے والا نہیں ہے"۔ یہ ارشاد مجھے دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہے۔ اور کاش کہ مجھے بھی آنحضور کی دامادی کا شرف نصیب ہوتا اور آنحضور کی صاحبزادی سے میرے ہاں وہ اولاد ہوتی جو علیؓ کو حاصل ہے تو یہ بھی میرے لئے دنیا و مافیہا سے عزیز تر ہوتا۔ آج کے بعد میں آپ کے گھر میں کبھی داخل نہیں ہوں گا۔ پھر حضرت سعدؓ نے اپنی چادر جھٹکی اور وہاں سے نکل گئے۔

اسی کتاب کی جلد ۸ ص ۸۰ پر ابن کثیر کی یہ عبارت بھی پڑھئے :-

"کان مغیرة بن شعبة علی الکوفة اذا ذکر علیا فی خطبته یتنقصه بعد مدح عثمان و شیعته فیغضب حجر هذا و یظهر الانکار علیه۔"

(جب مغیرہ بن شعبہؓ کوفہ کے والی تھے تو وہ خطبے میں حضرت عثمانؓ اور ان کے ساتھیوں کی مدح کرنے کے بعد حضرت علیؓ کی تنقیص کرتے، اس پر حضرت حجرؓ غضبناک ہوکر احتجاج کرتے تھے۔)

بسر بن ارطاۃ گورنر بصرہ نے حضرت علیؓ کے خلاف سب و شتم کی جو مہم شروع کر رکھی تھی وہ مشہور و معروف ہے جب معاویہؓ نے بصرہ کا گورنر بنایا تو :-

"فلما قدم بسر بن ارطاة البصرة خطب علی منبرها و شتم علیا۔"

"جب بسر بن ارطاۃ بصرہ آیا تو اس نے منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دیا اور علیؓ کو برا بھلا کہا۔" (تاریخ ابن الاثیر جلد سوم ص۱۹۴)

مشہور مورخ احمد بن یحییٰ البلاذری اپنی کتاب انساب الاشراف میں لکھتے ہیں :-

"لما قدم بسر البصرة و کان معاویة بعثه لقتل من خالفه و استحیاء من بایعه صعد المنبر فذکر علیا و تنقصه و شتمه و تنقصه، ثم قال ایها الناس انشدکم باللہ اما صدقت فقال ابوبکرة انک تنشد عظیما و اللہ ما صدقت و ما بررت فامر بابی بکرة فضرب حتی غشی علیه۔"

"جب بسر بصرہ پہنچا اور معاویہؓ نے بسر کو اس لئے بھیجا تھا کہ وہ ان کے مخالفین کو قتل کرے اور ان کی بیعت کرنے والوں کو زندہ رہنے دے تو بسر نے منبر پر چڑھ کر علیؓ کا ذکر برے الفاظ میں کیا۔ ان کی بدگوئی اور تنقیص کی پھر کہنے لگا "اے لوگو! تمہیں خدا کی قسم کیا میں نے سچ کہا؟" حضرت ابوبکرہؓ نے جواب دیا "تم بہت بڑی ذات کی قسم دلا رہے ہو، خدا کی قسم تم نے نہ سچ کہا، نہ نیکی کا کام کیا، بسر نے حضرت ابوبکرہ کو مارنے کا حکم دیا حتیٰ کہ وہ بیہوش ہوگئے۔"

(انساب الاشراف ص۴۹۳ ج اول دار المعارف مصر)

مشہور مورخ ابوالفداء عماد الدین اسماعیل شافعی کی کتاب المختصر فی تاریخ البشر کی عبارت بھی دیکھتے چلیے۔ ا کہ

مزید تقویت کا سامان بہم پہنچ جاتے ۔ امیر معاویہؓ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

وکان معاویۃ وعمالہ یدعون
لعثمان فی الخطبۃ یوم الجمعۃ ویسبون
علیا ویقعون فیہ ۔ ولما کان المغیرۃ
متولی الکوفۃ کان یفعل ذلک طاعۃ
لمعاویۃ فکان یقوم حجر وجماعۃ معہ
فیردون علیہ سبہ لعلی رضی اللہ عنہ

"معاویہ اور ان کے گورنر جمعہ کے خطبے میں حضرت عثمان کے حق میں دعا کرتے تھے اور حضرت علی پر سب وشتم اور ان کی بدگوئی کرتے تھے جب مغیرہؓ کوفہ کے گورنر بنائے گئے تو وہ بھی امیر معاویہ کے حکم سے سب وشتم کرتے تھے تو حضرت حجرؓ اور ایک پوری جماعت ان کی تردید کرتی تھی۔"
(المختصر فی تاریخ البشر ج ۲ ص ۹۰، ۹۹)

مروان کا حضرت علیؓ کو گالی دینا ایک مسلمہ حقیقت ہے ، امیر معاویہ کے عہد میں حضرت علیؓ اور اہلبیتؓ نبویؐ پر سب وشتم کا جو آغاز ہوا ، اس میں مروان نے بہت نمایاں حصہ لیا ، اسے مدینہ کا دوبارہ گورنر اس لئے بنایا گیا تھا کہ وہ حضرت علی کے خلاف اپنی دریدہ دہنی میں مشہور تھا ۔

ابن کثیر البدایہ جلد ۸ صفحہ ۸۰ پر لکھتے ہیں :-

"ولاہ المدینۃ مرتین وعزلہا مرتین
بمروان بن الحکم وکان سعید ہذا
لا یسب علیا ومروان یسبہ"

امیر معاویہ نے انہیں (حضرت سعید بن العاصؓ) دو مرتبہ مدینے کا والی بنایا اور دونوں مرتبہ مروان کے بدلے انہیں معزول کر دیا ، یہ سعید بن العاص حضرت علی پر سب وشتم نہیں کرتے تھے اور مروان سب علی کا ارتکاب کرتا تھا۔"

ابن کثیر کی یہ روایت دیکھئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ کے عہد میں سب علی کا ارتکاب نہ کرنا ایک جرم سمجھا جاتا تھا جس کی وجہ سے مناصب سے معزول بھی کر دیا جاتا تھا ، نیز یہ کہ اس دور میں سب علی کا دستور عام تھا ورنہ حضرت سعید بن العاصؓ جن کا علم و تقویٰ ، تدین اور مجاہدانہ کارنامے معروف ہیں ، ان کے بارے میں ان سے سب وشتم کا ارتکاب نہ کرنے کی صراحت کی ضرورت نہ تھی۔

حافظ ابن حجرؒ اپنی کتاب "تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب سیدنا معاویہ بن ابی سفیان" میں ص ۲۳ پر رقم طراز ہیں :-

لما وقع من الاختلاف والخروج
علیہ نشر من سمعہ من الصحابۃ تلک
الفضائل وبثہا نصحا للامۃ ایضا
لما اشتد الخطب واشتغلت طائفۃ
من بنی امیۃ بتنقیصہ وسبہ
علی المنابر ووافقہم الخوارج لعنہم
اللہ بل قالوا بکفرہ اشتغلت جہابذۃ
الحفاظ من اہل السنۃ ببث فضائلہ
حتی کثرت للامۃ ونصرۃ للحق"

"جب اختلاف رونما ہوا اور حضرت علی کے خلاف خروج کیا گیا تو حضرت علیؓ کے فضائل جن صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے تھے ، انھوں نے امت کی خیر خواہی کے لئے ان فضائل کی نشر و اشاعت کی ، پھر جب حضرت علی کی مخالفت میں ہم زور پکڑ گئی اور بنو امیہ کے ایک گروہ نے منبروں پر ان کی تنقیص اور سب وشتم کو اپنا مشغلہ بنا لیا اور خوارج نے بھی (اللہ ان پر

لعنت کرے) ان مخالفین کا ساتھ دیا بلکہ حضرت علی کی تکفیر تک کر ڈالی تو اہل سنت کے بڑے بڑے ناقدین حدیث محققین احادیث نبوی حفاظ تھے، انھوں نے حضرت علی کے فضائل و مناقب میں بڑی حدیثوں کو پھیلایا، یہاں تک کہ امت میں ان کی کثیر تعداد کا چرچا ہو گیا اور حضرت حق کا تقاضا پورا ہو گیا۔

وفات علی کے بعد بھی سب و شتم کا سلسلہ جاری رہا

حضرت علیؓ پر سب و شتم کا یہ ناپاک سلسلہ آپ کی وفات کے بعد بھی جاری رہا، چنانچہ حضرت سعدؓ کا جو واقعہ ابھی پیچھے نقل کیا گیا ہے وہ آپ کی وفات کے بعد کا ہے، یہ ناپاک رسم اتنی عام ہو چکی تھی کہ جب امیر معاویہؓ اور حسنؓ کے مابین مصالحت ہوئی تو حضرت حسنؓ نے ایک شرط یہ بھی لکھوائی کہ ہمارے سامنے بر سر عام ہمارے والد محترم کو گالیاں نہ دی جائیں، ابن اثیر نے الکامل میں جلد ۳ ص ۱۶۲ پر اس کی تشریح اس طرح کی ہے کہ حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے مطالبہ کیا کہ:۔

ان لا يشتم علياً فلم يجبه الى الكف عن شتم على فطلب ان لا يشتم وهو يسمع فاجابه الى ذلك ثم لم يف به ايضاً۔

"امیر معاویہؓ حضرت علیؓ پر سب و شتم نہ کریں لیکن امیر معاویہ نے شتم علیؓ سے رکنے کا مطالبہ تسلیم نہ کیا، پھر حضرت حسن نے یہ مطالبہ کیا کہ کم از کم امیر معاویہؓ ایسی حالت ہی میں سب و شتم نہ کریں جب کہ وہ سن رہے ہوں، امیر معاویہ نے یہ بات مان لی لیکن انھوں نے یہ شرط بھی پوری نہ کی۔"

ابن اثیر کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سب و شتم کی باقاعدہ رسم چل پڑی تھی، یہ کوئی انفرادی واقعہ نہ تھا جبھی تو صلح نامے کی دستاویز لکھتے وقت اس مطالبہ کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ ابن حجر فتح الباری کتاب المناقب میں حضرت علیؓ کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ثم كان من امر علي ما كان فنجمت طائفة اخرى حاربوه ثم اشتد الخطب فتنقصوه و اتخذوا لعنه على المنابر سنة ووافقهم الخوارج على بغضه۔

پھر حضرت علی کے معاملہ میں پیش آیا جو کچھ پیش آیا، پھر ایک دوسرا گروہ اٹھا جس نے آپ سے لڑائی کی، پھر معاملہ نے شدت اختیار کر لی اور ان محاربین نے حضرت علی کی عیب جوئی کی اور منبروں پر آپ کو لعن طعن کرنا اپنا طریقہ اور قاعدہ بنا لیا اور خوارج نے بغض علیؓ کے باعث ان کی ہمنوائی کی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شواہد و متابعات کے طور پر مسلم کتاب فضائل الصحابہؓ باب فضائل علی سے ایک حدیث بھی نقل کر دوں۔

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص عن ابيه قال امر معاوية بن ابی سفيان سعداً فقال ما منعك ان تسب ابا تراب فقال اما ما ذكرت ثلاثاً قالهن له رسول الله صلى الله عليه وسلم فلن اسبه لان تكون لى واحدة منهن احب الى من حمر النعم۔

حضرت سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے عامر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاویہ نے حضرت سعد کو حکم دیا اور کہا کہ آپ

کو کس چیز نے روکا ہے کہ آپ ابو تراب (حضرت علیؓ) پر سبّ و شتم کریں؟ انھوں نے جواب دیا کہ جب میں ان تین ارشادات کو یاد کرتا ہوں جو رسولؐ نے حضرت علیؓ کے متعلق فرمائے تھے تو میں ہرگز ان پر سبّ و شتم نہیں کر سکتا۔ ان تین مناقب میں سے اگر ایک منقبت بھی میرے حق میں ہوتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی۔"

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

ہو سکتا ہے کہ کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ ان احادیث و تواریخ میں "سبّ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے گالی یا برا بھلا کہنے کے علاوہ اس سے ہلکا مفہوم بھی لیا جا سکتا ہے، جیسا کہ بعض شارحین حدیث نے "سبّ" کی توجیہ بُرائی سے نہیں بلکہ اجتہادی غلطی سے کی ہے یعنی امیر معاویہؓ کی مراد یہ تھی کہ آپ حضرت علیؓ کے اجتہادات کو غلط اور میرے اجتہادات کو صحیح کیوں نہیں سمجھتے لیکن یہ توجیہ بالکل بے محل ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اس لفظ کے متعلق فرماتے ہیں:

"بہتر یہی ہے کہ اس لفظ سے اس کا ظاہر معنی سمجھا جائے۔ غایۃ الامر اس کا یہی ہوگا کہ ارتکاب اس فعل قبیح کا یعنی سبّ یا حکم سبّ حضرت معاویہؓ سے صادر ہوا لازم آئے گا، تو یہ کوئی اول امر قبیح نہیں ہے جو اسلام میں ہوا ہے، اس واسطے کہ درجہ سبّ کا قتل و قتال سے بہت کم ہے چنانچہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ "سباب المومن فسوق و قتاله کفر" یعنی برا کہنا مومن کو فسق ہے اور اس کے ساتھ قتال کرنا کفر ہے اور جب قتال اور حکم قتال کا واقع ہونا یقینی ہے اس سے چارہ نہیں تو بہتر یہی ہے کہ ان کو مرتکب کبیرہ کا جاننا چاہیے، لیکن زبان لعن و طعن بند رکھنا چاہیے، اسی طور سے کہنا چاہیے صحابہؓ سے ان کی شان میں کیا کیا سبب تھے زنا اور شراب خمر سرزد ہوا رضی اللہ عنہم اجمعین اور ہر جگہ خطاء اجتہادی کو دخل دینا فیاضی سے خالی نہیں ہے۔"

(فتاوی عزیزیہ مترجم شائع کردہ سعید کمپنی ص ۲۱۳)

اب اوپر کے حوالجات پر ایک نظر پھر دوڑا لیجیے۔ البدایہ و النہایہ جلد ۷ — ۸ کی تین عبارتیں اور الکامل ابن اثیر جلد سوم کی دو تحریریں موجود ہیں اور ان میں سبّ علیؓ کا تذکرہ صراحۃً موجود ہے۔ البدایہ میں مذکور ہے کہ:

"امیر معاویہؓ نے اپنے دور میں حضرت علیؓ کی عیب جوئی کی مہم شروع کر رکھی تھی آپ نے اپنے گورنروں کو اس کا حکم دیا تھا اور عدم تعمیل پر معزول بھی کر دیا تھا۔ آپ کے گورنر تعمیل ارشاد میں منبروں پر حضرت علیؓ کو گالی دیتے تھے۔"

صحابہؓ نے گورنروں کے اس ناپاک عمل پر اعتراض بھی کیا تھا۔ حضرت حسنؓ نے صلح کے شرائط میں یہ شرط بھی داخل کی تھی کہ ان کے والد کو گالی دینے کا سلسلہ بند کیا جائے اور امیر معاویہ نے اس کو قبول بھی کر لیا تھا لیکن اس پر قائم نہ رہ سکے تھے۔

میں مولانا سنبھلی سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب یہ مسلمہ حقائق تھے، مولانا مودودی کے سارے حوالجات صحیح تھے، صرف صفحات کا اختلاف تھا (جو ایڈیشنوں کے اختلاف کی وجہ سے ضروری ہے) تو کیا صرف صفحات کا اختلاف اس کے جواز کے لیے کافی تھا کہ ان ساری کتابوں کے حوالجات کو "قطعی غلط اور فرضی" قرار دے دیا جائے؟ کیا اسلام اسی شخصیت پرستی کی تعلیم دیتا ہے

تصوف کی درس گاہیں کیا اسی کا درس دیتی ہیں؟ ہو حق کے نعرے اور چلے کیا اسی تقویٰ کو انسانوں کے ذہنوں میں بٹھانا چاہتے ہیں، روحانی تربیت اور خانقاہی تزکیہ کیا اسی بددیانتی پر ابھارتا ہے۔ ع

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

ملک غلام علی صاحب کے اعتراف کی حقیقت

مولانا سنبھلی سید مودودی کے حوالوں کی غلطی ثابت کرنے کے لئے ملک غلام علی صاحب کے اعتراف کا بھی حوالہ دیا ہے، لیکن ملک صاحب کی عبارت نقل کرنے میں انھوں نے صریح بددیانتی کی ہے، انھوں نے وہ عبارت تو نقل کر دی ہے جس میں ملک صاحب نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ان مقامات پر امیر معاویہؓ کے خود سب و شتم کرنے کا کوئی صراحتاً تذکرہ نہیں ہے لیکن اس کے متصلاً بعد وہ عبارت حذف کر دی ہے جس میں انھوں نے امیر معاویہؓ کا گورنروں کو سب و شتم کا حکم دینے کا تذکرہ کیا ہے، پھر ملک صاحب نے متصلاً بعد ہی مولانا مودودی کے حوالہ جات میں سے البدایہ والنہایہ کے دو حوالے نقل کئے ہیں، ملک صاحب کی پوری عبارت دیکھئے، خط کشیدہ عبارتوں کو اڑا کر مولانا سنبھلی نے کس قسم کے تقویٰ کا مظاہرہ کیا ہے؟

"مجھے سنبھلی صاحب کی شکایت اس حد تک تسلیم ہے کہ جن مقامات کے حوالے مولانا مودودی نے دیئے ہیں وہاں یہ بات صراحتاً مذکور نہیں کہ امیر معاویہ خود سب و شتم کرتے تھے، بلکہ اتنی بات بیان کی گئی ہے کہ گورنروں کو اس کی ہدایت کی گئی تھی، لیکن انھیں کتابوں کے بعض دوسرے مقامات پر امیر معاویہؓ کا اپنا بھی فعل منقول ہے۔

ملک غلام علی صاحب صرف اس بات کا اعتراف کر رہے ہیں کہ خود امیر معاویہؓ کے سب و شتم کا تذکرہ ان مقامات پر موجود نہیں بلکہ گورنروں کو آپ نے سب علی کا جو حکم دیا تھا وہ البتہ موجود ہے اور پھر اسی کتاب کی دو روایتوں کو نقل کر کے مولانا مودودی کے حوالجات (بغیر صفحات) کی تائید و تصدیق بھی کر رہے ہیں، لیکن خط کشیدہ عبارتوں کو اڑا کر مولانا سنبھلی قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ملک صاحب نے صاف اعتراف کر لیا ہے کہ یہ سارے حوالجات غلط اور فرضی ہیں۔

میں مولانا منظور نعمانی صاحب کو جج بنا کر ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ اس انداز بیان اور تکنیک کو آپ کس نام سے یاد کریں گے۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری

تیرے نشتر کی زد شریان قیس ناتواں تک ہے

مولانا عار سنبھلی نے مولانا مودودی کے سب و شتم علی کا تذکرہ کرنے کی وجہ سے انھیں توہین صحابہؓ کا مرتکب اور مریض بے جا پندار اور کبر میں مبتلا کہا ہے اور لکھا ہے کہ اس تنقید سے مودودی صاحب کو لذت حاصل ہوتی ہے لیکن سب و شتم کی اس رسم کو بطور ایک بدیہی واقعہ کے متعدد اہل قلم نے بیان کیا ہے، مشہور مصری عالم و مورخ استاذ ابو زہرہ اپنی تصنیف "تاریخ المذاہب الاسلامیہ" جزء اول ص ۴۰ مطبوعہ دار الفکر العربی میں لکھتے ہیں:—

وقد كان العصر الأموي مشتملا
على المغالاة في تقدير علي رضي الله عنه
لأن معاوية سن سنة سيئة في
عهده وثبت من خلفه من الأمويين
حتى عهد عمر بن عبد العزيز تلك
السنة هي لعن إمام الهدى علي
بن أبي طالب رضي الله عنه عقب
تمام خطبة ولقد استنكر لبقية الصحابة

وتھوا معاویۃ وولاتہ عن ذلک حتی
لقد کتبت ام سلمۃ زوج رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ کتابا
تنہاہ وتقول فیہ انکم تلعنون
اللہ ورسولہ علی منابرکم وذلک
انکم تلعنون علی بن ابی طالب ومن
احبہ واشہد ان رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم احبہ۔

" اور بنو امیہ کا عہد حضرت علیؓ کی قدر و منزلت اور تعظیم و تکریم میں مزید اضافے کا موجب ثابت ہوا کیونکہ امیر معاویہؓ نے اپنے زمانے میں ایک بری سنت قائم کی جو ان کے بعد کے حکمرانوں نے بھی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد تک جاری رکھی، وہ سنت یہ تھی کہ امام ہدایت علی رضی اللہ عنہ پر خطبہ جمعہ کے آخر میں لعنت کی جاتی تھی، دوسرے صحابہ کرام نے اس پر نکیر کی اور امیر معاویہؓ اور آپ کے گورنروں کو اس سے منع کیا حتی کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے امیر معاویہؓ کی طرف خط لکھا جس میں اس فعل سے باز رہنے کو کہا اور اس میں لکھا کہ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر برسر منبر لعن طعن کرتے ہو اور یہ اس طرح کہ علی بن ابی طالب پر اور جنھوں نے ان سے محبت کی ان پر لعنت بھیجتے ہو اور میں اس کی گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہؐ کو حضرت علی محبوب تھے۔"

ڈاکٹر عمر فروخ نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی سیرت "الخلیفۃ الزاہد" کے نام سے لکھی ہے، اس میں ایک مستقل فصل "بدعۃ معاویہ" کے زیر عنوان ہے، اس بدعت کو وہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

وکانت سرت فی البلدان بدعۃ وقحۃ
فکشفت عن وجہہا ثم سارت قطعا
کل المنابر وتصرخ فی کل الاذان ولم
تسلم فصعدت فی مسجد رسول
اللہ وبین اہلہ وعلی منبرہ کان ابتدعہا
معاویۃ بن ابی سفیان واصدر امرہ
الی الولاۃ ان یجعلوہا تعلیلا فی
خطب الجمعۃ۔

" عہد بنی امیہ میں ایک بدعت دیار و امصار میں رائج ہوئی، یہ ایک شرمناک بدعت تھی جس نے سر اٹھایا اور چاروں پھیل گئی حتی کہ اس نے ہر منبر کو پامال کیا اور ہر شخص کی سمع خراشی کی، یہ بدعت مسجد نبوی، منبر رسول اور اہل بیت پر حملہ آور ہونے سے بھی باز نہ رہ سکی، اس کا آغاز امیر معاویہؓ نے کیا تھا اور اپنے گورنروں کے نام فرمان جاری کیا تھا کہ وہ اسے جمعہ کے خطبوں میں مستقل طور پر اختیار کریں۔"

مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تالیف "حکایات الاولیاء" کافی مشہور و معروف ہے، امید واثق ہے کہ مولانا سنبھلی نے اس کا مطالعہ کیا ہوگا، صفحہ ۴۲۲ پر لکھنؤ کے ایک وعظ کے دوران میں شاہ اسماعیل شہیدؒ اور ایک شیعہ سبحان علی خاں کا ایک سوال وجواب یوں منقول ہے۔

" اثنائے وعظ میں ایک موقع پر حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا ذکر آیا تو سبحان علی خاں پھر بولا اور اس نے حضرت علیؓ کی شان میں زبان مدح اور امیر معاویہؓ نیز دوسرے صحابہؓ کی شان میں زبان تنقیص کھولی تو مولانا شہید پھر کھڑے ہو گئے اور مولانا عبدالحی صاحب

کو وحشت ہے۔ سوال کر سجان علی خان سے کہا کہ بتاؤ حضرت علیؓ کے دربار میں امیر معاویہؓ پر تبرّا ہوتا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علیؓ کا دربار تبرّا گوئی سے بالکل پاک تھا پھر پوچھا کہ حضرت معاویہؓ کے یہاں حضرت علیؓ پر تبرّا ہوتا تھا؟ کہا کہ بے شک ہوتا تھا۔ اس پر مولانا شہیدؒ نے فرمایا کہ اہلِ سنت الحمد للہ حضرت علیؓ کے مقلد ہیں اور روافض حضرت معاویہؓ کے۔"

مولانا شبلی مرحوم سیرۃ النبی کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں :-

"فنِ تاریخ و روایت پر جو خارجی اسباب اثر کرتے ہیں ان میں سب سے بڑا قوی اثر حکومت کا ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کو ہمیشہ اس پر فخر کا موقع حاصل رہے گا کہ ان کا قلم تلوار سے نہیں دبا۔ حدیثوں کی تدوین بنو امیہ کے زمانے میں ہوئی ہے جنھوں نے پورے نوے برس تک سندھ سے ایشیائے کوچک اور اندلس تک مساجد میں آلِ فاطمہؓ کی توہین کی اور جمعہ میں برسرِ منبر حضرت علیؓ پر لعن کہلوایا۔ سیکڑوں حدیثیں امیر معاویہؓ وغیرہ کے فضائل میں بنوائیں۔ عباسیوں کے زمانے میں ایک ایک خلیفہ کے نام بنام پیشین گوئیاں حدیثوں میں داخل ہوئیں لیکن نتیجہ کیا ہوا، عین اسی زمانے میں محدثین نے علانیہ منادی کردی کہ یہ سب جھوٹی روایتیں ہیں، آج حدیث کا فن اس خس و خاشاک سے پاک ہے اور بنو امیہ اور عباسیہ جو ظل اللہ اور جانشینِ پیغمبر تھے اسی مقام پر نظر آتے ہیں جہاں انھیں ہونا چاہئے تھا۔"

(سیرۃ النبی حصہ اول طبع مقتم اعظم گڑھ ۱۹۶۵ء صفحہ ۲۶)

کیا تحقیق و ریسرچ کے یہ عظیم پہاڑ بھی توہینِ صحابہؓ کے مرتکب تھے؟ دین و ملت کے یہ خادم اور علم و عمل کے یہ پیکر بھی بے ادبی، بیباکی اور ناجائز جسارت اور گستاخی کے ملزم تھے؟

ندوی برادری کی دو شہادتیں | مولانا عبدالسلام صاحب ندویؒ کی تصنیف "سیرت عمر بن عبدالعزیزؒ" (جو تحقیق کی عمدہ شاہکار ہے) میں صفحہ ۱۰۶ پر یہ بدعت اس طرح بیان کی گئی ہے :-

"خلفائے بنو امیہ نے مذہب کے متعلق سب سے بڑی بدعت جو ایجاد کی تھی وہ یہ تھی کہ حضرت علیؓ پر علانیہ خطبے میں لعن طعن کرتے تھے اور چونکہ لوگ اس کا سننا گوارا نہیں کرتے تھے اور خطبہ سننے سے پہلے ہی اٹھ جایا کرتے تھے، اس لئے امیر معاویہؓ نے نماز سے پہلے ہی خطبہ پڑھنا شروع کرایا جو دوسری بدعت تھی، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے تمام گورنروں کے نام فرمان جاری کیا اور خطبے میں حضرت علیؓ کے متعلق جو نامُلائم الفاظ شامل کردئے گئے تھے ان کو نکلوادیا اور ان کی جگہ قرآن کی یہ آیت

۱؎ نوّے سال اس طرح ہوتے ہیں کہ ۴۱ھ میں امیر معاویہؓ خلیفہ بنے اور ۱۳۲ھ ہجری میں ابوالعباس سفاح نے اموی خلافت کا خاتمہ کر کے عباسی سلطنت کی بنیاد ڈالی۔ اس پورے دور میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور یزید بن ولیدؒ کے مختصر عہد کو چھوڑ کر حضرت علیؓ و بنو فاطمہؓ پر برسرِ منبر لعنت کی جاتی رہی۔

إِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَ
إِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ
وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ ٥
داخل کر دی جو آج تک برابر پڑھی جاتی ہے۔"

مولانا شاہ معین الدین ندویؒ اپنی کتاب "تاریخ اسلام" جلد دوم طبع پنجم صفحہ ۳۱ پر اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ لکھتے ہیں:-

"امیر معاویہؓ نے اپنے زمانے میں برسر منبر حضرت علیؓ پر سب وشتم کی مذموم رسم جاری کی تھی اور ان کے تمام عمال اس رسم کو ادا کرتے تھے، مغیرہ بن شعبہؓ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے لیکن امیر معاویہ کی تقلید میں یہ بھی اس مذموم بدعت سے نہ بچ سکے حجر بن عدی اور ان کی جماعت کو قدرتاً اس سے تکلیف پہنچتی تھی ...... مغیرہ بن شعبہ کے بعد **زیاد کے زمانہ میں بھی یہ رسم جاری رہی**"۔

اب میں مولانا عثمانی سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان کے اندر اتنی جسارت ہے کہ وہ مولانا اشرف علی تھانویؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ، مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم، مولانا شاہ معین الدین مرحوم اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ جیسے اساطین فن اور ثقہ عالمان دین کو بھی الحفیظ الزامات سے متصف قرار دے سکیں جن سے مولانا مودودی کے دامن کو داغدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا!

امر واقعہ صرف یہ ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کے جن اقدامات کے حق میں کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور خلافت راشدہ سے کوئی دلیل پیش نہیں کی جا سکتی ان افعال کو خلاف کتاب وسنت کہنے یا ان پر بدعت کا اطلاق کرنے میں اہل علم کے یہاں کوئی امر مانع نہیں ہے، اس کو صحابہؓ کی عظمت و بزرگی میں کوئی فرق نہیں آتا، کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی تمام عظمتوں اور بلندیوں کے باوصف بہرحال معصوم عن الخطا نہ تھے، ان سے غلطیوں کا صدور ممکن ہے اور تاریخ میں خود قرآن میں ان کی بیشتر غلطیوں کی نشان دہی کی گئی ہے لیکن اس سے ان کے علو مرتبت اور جلالت قدر میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکرؓ سے بڑھ کر حق پرست اور ثابت قدم کون ہو سکتا ہے لیکن ان سے غلطیاں ہوئیں اور انھوں نے نام لے لے کر اپنی غلطیاں خود گنائی ہیں اور ان پر افسوس اور ندامت کا اظہار کیا ہے، حضرت عمر فاروق کی محدثیت سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن جیش اسامہؓ اور اہل الردہ کے معاملے میں آپ نے جو رائیں قائم کیں وہ خود ان کے ارشاد کے مطابق صحیح نہ تھیں، امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ اجمعین کی جلالت مرتبہ اور ان کی شان مجددیت و مصلحیت، ان کی ساری علمی تحقیقات اور اجتہادی جواہر پاروں کے باوجود کیا ان پر تنقید نہیں ہوئی، کیا ان کے تمام اجتہادات صحیح مان لئے گئے ہیں؟

یہی نکتہ ہے جسے مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم نے یوں بیان فرمایا ہے:-

"یہ کسی محدث کا دعویٰ نہیں کہ صحابہؓ کوئی کام انصاف کے خلاف نہیں کر سکتے، ان سے کوئی فعل تقویٰ و طہارت کے خلاف صادر نہیں ہو سکتا، وہ انبیاء کی طرح معصوم ہیں یا تمام گناہوں سے محفوظ ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ کوئی صحابی روایت کرنے میں دروغ بیانی سے کام نہیں لے سکتا۔"
(اسوہ صحابہؓ ج ۲ صفحہ ۳)

مولانا بدر عالم صاحب مدنی رفیق ندوۃ المصنفین اپنی کتاب ترجمان السنۃ جلد سوم صفحہ ۲۳۶ پر "الرسول الاعظم و عصمتہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے زیر عنوان لکھتے ہیں :-

"رسول کے فیصلے کے سوا کسی کے
فیصلے کو الٰہی فیصلہ اور قضاء الٰہی نہیں
کہا جا سکتا اور نہ رسول کے فیصلے کے علاوہ
کسی اور بشر کا فیصلہ نکتہ چینی سے بالا تر
ہو سکتا ہے، اس لئے رسول کے علاوہ
ہر انسان کے فیصلہ پر دل و جان سے
راضی ہونا لازم قرار نہیں دیا جا سکتا"

آخری گذارش میں اگر اپنی طرف سے مولانا سنبھلی کی خدمت میں کچھ معروضات پیش کروں اور پھر خدا و رسول کا واسطہ دیکر انھیں ان دشنام طرازیوں سے منع کروں تو شاید اسے منظور نعمانی صاحب مرزائی تکنیک کہیں گے، اس لئے اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے حضرت مولانا محمد الیاس رح کا پُرسوز پیغام ان علماء کے نام نقل کر دینا چاہتا ہوں، شاید کہ تریاق کا کام دے جائے۔

"خطرات سامنے ہیں، لادینی تحریک
جس قوت و سرعت کے ساتھ پھیل رہی
ہے اور جو وسعت و عمومیت اختیار
کر رہی ہے اور مذہب و اہل مذہب
کیلئے ان کی طرف سے جو خطرہ ہے وہ
اب کسی کے لئے راز نہیں، اگرچہ ہمارے
دینی و علمی حلقوں میں ابھی اس خطرہ کا پورا
احساس نہیں اور عمومی دعوت، عمومی تعلیم
و تربیت اور عمومی حرکت و جدوجہد کی طرف
کوئی توجہ نہیں ہے

جو راز سے کدہ میں ہے اک ایک بال پر
افسوس مدرسہ میں سا ہے بالکل نہاں ہنوز

(حضرت مولانا محمد الیاس رح اور ان کی دینی دعوت صفحہ ۱۹۸)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سنبھلی کے سرپرست شیخ مدظلہ العالی کا پیغام بھی علماء کرام کی خدمت میں پیش کر دوں جو لکھتے ہیں :-

"آپ (علماء کرام) ان تمام غلطیوں
اور کوتاہیوں سے بچیے جو قرون وسطیٰ کے
مذہبی طبقہ اور انیسویں صدی کے ترکی علماء
سے ہوئیں، ورنہ نوجوانوں کے الحاد کا کفر
مسلمانوں کے سوئے خاتمہ اور ساری قومی زندگی
کی غیر مذہبیت کا گناہ آپ کے سر ہوگا، اس
کا کوئی عبادت، کوئی علمی، تدریسی، تصنیفی
خدمت کفارہ نہیں بن سکے گی اور تاریخ
اسلام سے آپ کا گناہ کبھی محو نہ ہوگا"

کیا مولانا علی میاں کا یہ خطاب بھی قادیانی تکنیک کی حیثیت رکھتا ہے؟ — مولانا منظور نعمانی میں اتنی جرأت ہے کہ مولانا محمد الیاس رح کی درد بھری آواز کو "قادیانی انداز بیان" کہہ سکیں؟

"فاعتبروا یا اولی الابصار"

جاگ اے نوجواں!

تہذیب مغرب کی عجز و کھوکھلا پن ظاہر ہو چکا، وقت صحیح کے سامنے منفعل کھڑی ہے، اسلام کا جواب دینے کی سکت نہیں، ضرورت ہے کہ ملت اسلامیہ کا اجتماعی ذہن اس فیصلہ کن لمحہ کو پہچانے اور نوجوان طاقت اسلام کے انقلابی پیغام کا جھنڈا بلند کر کے دور نو کے افتتاح کیلئے اٹھ کھڑی ہو، اٹھو اور دیکھو کہ یہ لمحہ ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

(نعیم صدیقی)

مولانا سید ابو الحسن علی ندوی

دورِ جدید میں علماء کی ذمہ داریاں

اب ہم کو علماء کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا ہے کہ آپ کے فرائض اس عہدِ انقلاب میں اتنے بڑھ گئے ہیں کہ جتنے شاید تاریخ اسلام کے کسی عہد میں نہ رہے ہوں، خلافت، ثقافت، مدنیت اور اسلامی زاویۂ نظر کی حیثیت اور وہ تمام فرائض جو کسی اسلامی حکومت کے کسی زمانے میں ہو سکتے تھے، اب خالصۃً آپ کے فرائض ہیں۔ آپ ان تمام غلطیوں اور کوتاہیوں سے بچئے جو قرونِ متوسطہ کے مذہبی طبقہ اور انیسویں صدی کے ترکی علماء سے ہوئیں ورنہ نوجوانوں کے الحاد، لاکھوں مسلمانوں کے سوءِ خاتمہ اور ساری قومی زندگی کی بے مذہبیت کا گناہ آپ کے سر ہوگا جس کا کوئی عبادت، کوئی علمی، ادبی، تصنیفی خدمت کفارہ نہیں بن سکتی اور [illegible] اسلام نے آپ کا [illegible] آپ کا مقصد [illegible] اسلام کے [illegible] اسلامی تہذیب ثقافت اور اسلام کا نظام [illegible] تمدن کا [illegible] آج کا الحاد سیاست کی راہ سے آ رہا ہے اور [illegible] اور معاشی تبدیلیوں اور تحریکوں کی راہ سے آ رہا ہے اور جو اسے عزت و قوت سے آ رہا ہے۔ سب سے بہتر موثر طریقہ اس کو بحث و جدال سے نہیں بلکہ علمی اور سیاسی اقتدار سے روکا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس کے لئے علمی کے زمانے میں بھی سب سے بڑی دلیل و برہان عمل اور عقلیت کے اس دور میں بھی سب سے بڑی منطق اقتدار کی منطق ہے۔ اس وقت عالمِ انسانیت ہمیشہ سے بڑھ کر اس کا محتاج ہے اور سب زمانوں سے بڑھ کر اس زمانے میں یہ فرض اہم ترین ہے کہ دنیا میں اسلام کا نظامِ حکومت اور نظامِ حیات قائم کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقصد صرف آپ کا ہو سکتا ہے اور یہ کام صرف آپ ہی سے انجام پا سکتا ہے۔ اگر آپ اپنی زندگی اور اپنی سعی و جہد کا کوئی دوسرا مقصد قرار دے لیں تو یقین جانئے اللہ تعالیٰ آپ سے یہ منصب لے کر کسی دوسری جماعت کے سپرد فرما دے گا اور اس کو اس کی زینت و توفیق عطا فرما دے گا۔

وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم۔

(ترجمان القرآن، اگست [illegible] جلد ۱۶ عدد ۶)

قطعہ

(ابو المجاہد زاہد)

ہم خاک کی معراج ہیں تقدیرِ زمیں ہیں
ہم ایک غزل ہو کے بھی اک نظمِ حسیں ہیں
کیا ہم کو مٹائیں گے اندھیروں کے پرستار
ہم صبحِ یقیں، صبحِ یقیں، صبحِ یقیں ہیں!

شام میں اسلام کے خلاف جنگ تیز ہو گئی!

پندرہ روزہ الدعوۃ قاہرہ کے نامہ نگار کی خصوصی رپورٹ

نصیری گروپ غالی شیعوں کا ایک فرقہ ہے جو شام کے شمال میں پناہ گزیں ہیں، یہ اپنے عقائد عوام سے چھپاتے پھرتے ہیں، شام میں بعث کمیونسٹ پارٹی کے سرگرم ممبر ہیں، انھوں نے ابتداء ہی سے ہر شامی مسلمان کے خلاف جنگ چھیڑ رکھی ہے، لیکن آج جبکہ عالمگیر اسلامی تحریک کا زور بڑھتا جا رہا ہے ان کی سرگرمیاں اور اسلام پسند مسلمانوں کے خلاف ان کی کارگذاریاں بام عروج پر ہیں، ذیل کی سطروں میں ان کی سرگرمیوں کی ایک ہلکی سی جھلک ڈاکٹر عبدالحلیم عویس نے دکھائی ہے، مقصد عالم اسلام کے لیڈروں اور تحریک اسلامی کے ذمہ داروں کو شامی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم سے آگاہ کرنا ہے۔ حیات نو کے قارئین بھی اس سے بھرپور استفادہ کریں اور اشتراکیوں کے ناپاک حربوں سے بچنے کی پوری کوشش کریں۔

(ادارہ)

نصاب تعلیم سے اسلامی اثرات مٹانے کی ناپاک کوشش

جب سے نصیری گروپ حکومت میں داخل ہوا ہے، اس نے قوم کے ساتھ مسلسل جنگ چھیڑ رکھی ہے، یہ گولان کی پہاڑیوں کو اسرائیل کیلئے تقویت کا ذریعہ بنانا چاہتا ہے اور بعض قوتوں سے تعاون کر کے ایک نصیری حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، جو شام اور لبنان کے ایک حصے پر مشتمل ہو اور جو لبنان میں قائم مارونی حکومت کا مقابلہ کر سکے، جو لوگ صہیونی عزائم سے واقفیت رکھتے ہیں، وہ خوب سمجھتے ہیں کہ ان کا مقصد ملک کو ٹکڑوں میں تقسیم کر دینا اور انھیں کمزور کر کے اپنے لئے تقویت کا ذریعہ بنانا ہے، ادھر کئی سالوں سے ایک منصوبہ بند پالیسی کے تحت شام کی بعث پارٹی نے ہر اس شخص کو ختم کرنا شروع کر دیا ہے جس کا اسلام سے ادنیٰ سا تعلق بھی ثابت ہو جائے، یہاں تک کہ دستور میں بھی ترمیمات کی گئی ہیں

اور دینی تربیت کے رخنہ کو اشتراکی قومیت میں ضم کر دیا گیا ہے۔ نصاب تعلیم سے اسلامی تعلیمات کو نکال دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ مضامین جو خالص فن سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے ادب نحو، صرف، بلاغت، تنقید، تجزیہ وغیرہ، ان میں سے بھی تمام قرآنی آیتوں اور احادیث نبویہ کو نکال کر بعث پارٹی کے لیڈروں کے خطبے، ان کے مفکرین کے اقوال، ملحد شاعروں کے کلام اور اسلام دشمن عناصر کے مضامین شامل کر لئے گئے ہیں۔

بعث پارٹی کے ذمہ داروں نے صراحت کی کہا ہے کہ ہماری تعلیمی پالیسی خارجی سیاست سے ذرا بھی مختلف نہیں ضروری ہے کہ دس سال کے اندر اندر تعلیم کو اشتراکی مقاصد کے تحت ڈھال دیا جائے۔"

نصیری گروپ کے صدر حافظ الاسد نے ۱۹۸۰ء میں اساتذہ اور ماہرین تعلیم کے ایک جشن میں خطاب کرتے ہوئے کہا:- "اے معلمو! تم سب کے سب بعث پارٹی سے تعلق رکھتے ہو اور جو اس تنظیم سے عملاً وابستہ نہیں ہیں انہیں فکر و نظر کے لحاظ سے بعث کا ممبر ہونا چاہیے۔"

حافظ الاسد کی اس تقریر کے بعد اسلامی تعلیم پر عملی اقدامات کئے گئے۔ ان تمام معلمین اور معلمات کے خلاف زبردست کارروائی عمل میں آئی جن کے اندر ذرا بھی اسلامی جذبہ کام کر رہا تھا۔ اس جنگ میں مندرجہ ذیل پالیسی اپنائی گئی:-

● تمام شریعت کالجوں اور یونیورسٹیوں کو وزارت تربیت کی نگرانی میں دے دیا گیا۔

● نصیری عقائد کو عوام کے ذہنوں میں بٹھانے کے لئے کالجوں اور شرعی یونیورسٹیوں کا نصاب تعلیم یکسر بدل دیا گیا تاکہ یہاں سے نصیری مقاصد کے لئے کام کرنے والے طلباء اور جوان فراہم ہو سکیں

● تربیت اسلامی کے مضامین کو اشتراکی قومی مضامین میں تحویل کر دیا گیا اور اس کیلئے ایسے اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئیں جو اپنی اسلام دشمنی میں مشہور تھے، انھوں نے تربیت اسلامی سے متعلق کتب کو ہٹا کر اشتراکی اور بعثی کتابیں رکھ دیں اور اسلامی نصاب کو مسخ کرنے کے لئے زور دار کوششیں کیں، اسلام کو چند بوسیدہ نصائح اور موت و ماتم کے موقع پر دہرائے جانے والے خرافات تک محدود کر دیا تاکہ جدید ذہن اسے قبول نہ کر سکے اور نوجوان نسل اسلام سے برگشتہ ہو جائے۔

ایک اسلامی مجلہ نے صراحت سے لکھا کہ یہ لوگ اسلامی تربیت والے مضامین میں اشتراکی و سیکولر مضامین شامل کرنا چاہتے ہیں تاکہ مذہب سے نئی نسل کا رشتہ بالکل ہی کٹ جائے۔

جنگ کی انوکھی تقسیم

اسلام کے خلاف جنگ میں شامی کمیونسٹ پارٹی نے ایک نیا طرز قائم کیا ہے، اس نے تیر و تفنگ اور تیغ و سناں کی جنگ لڑنے کی بجائے علمی میدان میں لڑنے کو زیادہ بہتر سمجھا ہے، چنانچہ منظم پالیسی کے تحت اس نے معلم اور معلمہ کو ہٹانا شروع کر دیا جس کے بارے میں اسلام پسندی کا ذرا بھی شبہ ہوتا، ابتدائی پالیسی کے تحت ۵۰۰ معلم اور معلمات کو وزارت تربیت و تعلیم سے نکال کر دوسری جگہوں پر بھیج دیا گیا تاکہ طلبہ اور طالبات کے ذہنوں میں "اسلام کے جراثیم" نہ پھیلائے جائیں۔

پھر متعدد قراردادوں کے ذریعہ مزید چار ہزار دو سو معلمین اور ماہرین تعلیم کو وزارت تربیت و تعلیم سے ہٹا دیا۔ واضح رہے کہ یہ ماہرین تعلیم اور معلمات سب کے سب نصیری گروپ سے قطعاً بے تعلق تھے اور بڑے فعال اسلام پسند معلمین میں شمار کئے جاتے تھے، یہ پہلی زبردست چوٹ تھی جو اسلام پسندوں پر لگائی گئی، لیکن انشاء اللہ یہ اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے، چاہے حقوق انسانی کے نام پر کچھ کیوں نہ کریں۔

کریلا نیم چڑھا

بعث پارٹی نے ایک قدم اور آگے بڑھ کر نقاب پوش خواتین معلمات کے خلاف بھی تحریک شروع کر دی تاکہ پورے معاشرے سے قدامت پرستی کو مٹایا جا سکے۔ جب اسے محسوس ہوا کہ عورتیں اس تحریک کا شدت سے مقابلہ کریں گی تو اس نے ان تمام تعلیم یافتہ خواتین کو تعلیم گاہوں سے نکال کر ایسے شعبوں میں داخل کر دیا جہاں عورتوں کی نسوانیت، حیا، وقار اور عفت کا نیلام ہوتا ہو۔ جہاں باحیا عورتوں کو سروس کرنا موت و ذلت کا مترادف ہو۔ بعض خواتین کو تو امداد باہمی فنڈ والی انجمنوں میں داخل کیا۔ بعض کو وزارت برائے خوراک میں اور بہتوں کو وزارت برائے آثار قدیمہ اور سیاحت کی جگہوں میں رکھ دیا۔ چنانچہ عورتوں کی بیشتر تعداد نے اپنی اس سروس کو حیا اور عفت کے خلاف سمجھ کر دین کی حفاظت کی خاطر استعفا دے دیا اور خاموش احتجاج کی پالیسی پر عمل کرنا چاہا لیکن بعث پارٹی نے ان کا استعفا قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور انھیں گرفتار کر لینے کی دھمکی دے دی۔

دوسرے ممالک میں اقلیتوں کو دبانے کے لئے جتنے طریقے اور حربے استعمال کئے گئے ہیں ان سے بھی زیادہ عجیب اور تحیر خیز وہ طریقے مسلمانوں کے استحصال کے لئے استعمال کئے گئے۔

● صرف مسلمانوں میں ضبط ولادت کو خوب رائج کیا گیا اور اس کی ہر طرح سے ہمت افزائی کی گئی اور نصیریوں کو نسل بندی سے روک دیا گیا اور انھیں اس کے نقصانات سے واقف کرانے کی کوشش کی گئی۔ مقصد واضح ہے۔

● مسلمان جو ۹۰ فیصد کی تعداد میں ہیں، انھیں دمشق میں سکونت اختیار کرنے سے روک دیا گیا اور دیہاتوں سے آنے والے نصیریوں کی آبادکاری کی کوشش کی گئی، اس طرح [illegible] کے لئے دمشق کی حکومت اختیار شکن بن رہا۔

چنانچہ نصیری وہاں کی دولتوں کے تنہا مالک ہیں اور ملک کے وسائل و ذرائع اور جملہ نعمتوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

انضمام کی پالیسی

برسر اقتدار بعث پارٹی تمام مسلمانوں کو مجبور کر رہی ہے کہ وہ بعث پارٹی کی بنائی ہوئی انجمنوں اور تنظیموں میں شامل ہو جائیں اور "طلائع" (ہراول دستہ) اور "الشبیبہ" (نوجوان پارٹی) سے اپنے آپ کو منسلک کر لیں۔ مقصد نوجوانوں اور دوشیزاؤں کے درمیان اختلاط قائم کرنا ہے ان کے لئے ایک دوسرے کے جذبات کو برانگیختہ بھی کیا جاتا ہے، بڑے بڑے لوننگ پروگرام اور سیر و سیاحت کے ذریعہ انھیں خلوت میں ملاقات کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے جنسی آگ بجھا سکیں، حتی کہ اعدادی اور ثانوی مدارس اور اسکولوں میں بھی بچیوں اور بچوں کو اختلاط کی تلقین کی جاتی ہے اگر لڑ اسکولوں میں اساتذہ اور لڑکوں کے اسکولوں میں استانیاں مقرر کی جاتی ہیں، بلکہ بعث پارٹی اور دسمبر ۱۹۴۸ء میں اعلان کئے گئے عالمی حقوق انسانی کی خلاف ورزی سے بھی باز نہیں آتی، دس سال سے کم سن بچوں اور بچیوں کو بعث پارٹی کی بنائی ہوئی تنظیموں میں شامل ہونے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

ہر محاذ پر نصیری کمیونسٹوں کا غلبہ

زندگی کے جملہ شعبوں اور سروس کی تمام مرکزی جگہوں پر نصیری چھائے ہوئے ہیں:-

● فوج کی اعلیٰ قیادت نصیریوں کے ہاتھ میں ہے۔

● فوج کی تشکیل و ترتیب بھی صرف نصیریوں کے دست و بازو کی مرہون ہے۔

• مدارس اور کالجوں اور یونیورسٹیوں کا انتظام و انصرام نصیری ہی کرتے ہیں۔

• بیرون ملک وفود نصیری ہی بھیجتے ہیں

• وہ تمام تاجر جنھیں نقل و حرکت کی ہر طرح کی آزادی ہے، امپورٹ ایکسپورٹ میں جنھیں سہولت حاصل ہے اور جو پورے ملک کی تجارت پر قبضہ کئے بیٹھے ہیں، یہی لوگ ہیں۔

• دولت و ثروت کے ٹھیکیدار یہی ہیں۔

• سڑکوں کی نگرانی کرنے والے مسلح پولیس اپنی طاقتوں پر ناز کرنے والے اور لوگوں کو دھمکیاں دینے والے بھی نصیری ہیں۔

• کمانڈرز اور فوجوں کے بڑے بڑے ڈویژن انھیں کی تحویل میں ہیں۔

• رفعت اسد (حافظ الاسد کا چچا زاد بھائی) کی زیر قیادت دفاعی دستہ بھی نصیری گروپ کے اشارہ پر ناچ رہا ہے۔

• نشر و وسائل کے جملہ ذرائع و وسائل، صحافت، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما بھی نصیری افکار کے تابع ہیں۔

• نظام ملکی و امن و امان بھی انھیں کی زیر نگرانی چل رہا ہے۔

اس کے بعد اب بچ ہی کیا جاتا ہے؟

تاریخ و فلسفہ —— بعث پارٹی کی کنیز

حتیٰ کہ اسلامی تاریخ اور فلسفہ بھی نصیری گروپ کی خدمت میں لگا ہوا ہے، ایک مفکر ذوقان قرقوط نے مصر سے شام میں وطنیت کی ابتداء کے موضوع پر لکھا بھی کیا ہے۔ یہ مفکر شام میں "اسلام میں جدت کی پیوند کاری" مکتبۂ فکر کی قیادت بھی کر رہا ہے، اس نے ایک کتاب "جدت کا دفاع" کے نام سے لکھی ہے جس میں اس نے اسلامی معاشرے سے بہت سے سوالات کئے ہیں اور اپنے افکار کی اشاعت کی ہے۔

ایک جگہ بڑے تعجب سے پوچھتا ہے۔

"ہم کب تک ابوبکر کی تعریف کرتے رہیں گے؟"

یعنی اب تاریخ اسلامی اور فلسفہ کا مطالعہ بھی بعثی فکر کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کو اب آؤٹ آف ڈیٹ سمجھ کر پرے پھینک دینا چاہئے

نعوذ باللہ من شرور انفسنا۔

عالم اسلام کے لیڈرو! شامی مسلمانوں کو مزید کشت و خون سے بچاؤ۔ ان کے عقائد اور اسلامی اقدار تباہ ہو رہے ہیں، خدا کے لئے کچھ فکر کرو

وہاں پرولتاریہ اور بورژوا کی طبقاتی جنگ چھیڑ دی گئی ہے۔ مسلمانوں کی نجات کے لئے دوڑ دھوپ کرو۔ اسلام پسند مسلمانوں کا ایمان و اسلام چھن رہا ہے ان کی مسجدوں سے دھواں اٹھ رہا ہے، کیا تمہاری ایمانی غیرت مر گئی ہے، یا تم خود ہی اسی صورت کا شکار ہو چکے ہو؟

فلسطین کا مسئلہ کیسے حل ہو سکے گا جبکہ ہم خود ہی اپنے ملک کے باشندوں کا امن و امان بحال کرنے سے عاجز ہیں۔ (الدعوۃ جون ۱۹۷۹ء سے تلخیص)

اشتہار درکار ہے!

حیات نو کے ٹائیٹل کا آخری ورق اشتہار کے لئے حاضر ہے۔ اس سلسلہ میں ادارہ حیات نو کو ضرور خدمت کا موقع دیں۔ اشتہار کی شرح درج ذیل ہے

ٹائیٹل کا اندرونی فل صفحہ —— چالیس روپے ۴۰/-

ٹائیٹل کا بیرونی فل صفحہ —— ساٹھ روپے ۶۰/-

منیجر اشتہار

حیات نو، جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ یوپی

عالمی افق

افغانستان میں روس کی امداد میں اضافہ

ایران میں نئے دستور کی تیاریاں ہو رہی ہیں

اسلامی جمعیت طلبہ پنجاب کی عظیم الشان سٹوڈنٹس ریلی

مولانا مودودی، علامہ رحمت اللہ ابراہیم یزدی وزیر خارجہ ایران کے پیغامات

افغانستان میں تازہ ترین صورت حال

بی بی سی کے مطابق کنڑ کے علاقے میں ایک مقام پر جو فوج حکومت نے کمک کے طور پر بھیجی تھی اس کے سپاہیوں کی تعداد تین سو تھی، مجاہدین نے ان پر حملہ کر کے تقریباً تمام کا صفایا کر دیا ہے جبکہ صوبہ ننگرہار کے علاقہ جوانی میں سرکاری فوج کے دو ہزار سپاہیوں پر مشتمل ایک لشکر پر حملہ کر کے اس میں نو سو فوجیوں کو ہلاک کر دیا گیا، اس موقع پر اسلحہ کی بھاری مقدار بھی مجاہدین کے ہاتھ لگی جن میں ۳۰ ٹینک، ۸ سو توپیں ۴ بکتر بند گاڑیاں، پٹرول کا ایک ٹینکر اور پانچ ہزار کے قریب مشین گنیں شامل ہیں، مجاہدین نے اس علاقہ پر اپنا سفید پرچم لہرا دیا ہے اسی طرح جنوب مشرقی افغانستان میں، افغان فوج کے ساتھ لڑائی میں روسی ساخت کے تین مگ ۲۱ طیارے مار گرائے، ادھر پکتیا وادی میں مجاہدین نے سرکاری فوج کی طرف سے روسی ساخت کے ٹینکوں کا حملہ پسپا کر دیا اور ۵ ٹینک وائرلیس سیٹ نصب کی ہوئی تین فوجی گاڑیاں قبضہ میں لے لیں اس کے ساتھ ہی مجاہدین نے وادی کے قریب ارگون قلعہ کا محاصرہ کیا ہے، جس میں پندرہ سو سپاہی گھیرے میں آ گئے ہیں، ارگون قلعہ کے محاصرہ کے بعد قلعہ میں پہنچنے والی غزنی سپلائی لائن منقطع ہو گئی ہے اب یہ قلعہ اب بہت جلد مجاہدین کے قبضہ میں آ جائے گا۔

ایجنسی فرانس پریس نے نئی دہلی سے اطلاع دی کہ افغانستان میں ترہ کی حکومت کی مجاہدین آزادی کے خلاف مسلسل ناکامیوں سے روس بے حد پریشان ہے کیونکہ اسے بار بار افغانستان کی فوجی امداد میں اضافہ کرنا پڑ رہا ہے، حال ہی میں افغانستان میں پہلے سے موجود ساڑھے تین ہزار روسی فوجی مشیروں کی تعداد میں

اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ افغانستان میں جنگ کے زور پکڑ جانے کے باعث روس نے افغانستان کو مزید فوجی امداد بھی دی ہے۔ اے ایف پی نے بتایا ہے کہ حریت پسندوں نے مشرقی افغانستان کے علاقے میں پاکستان کی سرحد کے قریب کئی اہم کامیابیاں حاصل کی ہیں۔

تازہ ترین اطلاعات کے مطابق افغانستان میں ترہ کی گورنمنٹ کے خلاف مجاہدین کی جد و جہد فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گئی ہے اور اب ملک کے دو تہائی سے زیادہ حصے پر ان کو کنٹرول حاصل ہے۔ تہران سے اے ایف پی نے اطلاع دی ہے کہ افغانستان میں حریت پسندوں کی تنظیم حرکت انقلاب اسلامی کے سربراہ شیخ محمد آصف محسنی کے مطابق ملک کے اسی فیصد دیہات ان کے قبضے میں آ گئے ہیں اور اب شہروں پر قبضہ کرنے کی کوشش جاری ہے۔ ہرات کا صوبائی دار الحکومت دیگر علاقوں سے بالکل کٹ گیا ہے اور کابل میں بھی مجاہدین سرگرم عمل ہیں۔ گویا یہ بات طے ہے کہ اگر روس نے افغانستان میں وسیع پیمانے پر مداخلت نہ کی تو ترہ کی حکومت کا خاتمہ قریب ہے۔

ایران میں اسلامی انقلاب کس طرح تکمیل پذیر ہو

اس وقت ایران میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت کے ساتھ مارکسی نظریات کی اشاعت بھی ہو رہی ہے لیکن اسلامی فکر کے مقابلے میں اس کی حیثیت نہ ہونے کے برابر ہے اور اس کا حلقہ اثر تہران یونیورسٹی تک محدود ہے۔ ایران میں اس وقت سب سے بڑا مسئلہ دستور کا ہے۔ یہ دستور کون بنائے گا اور اس کی اہم دفعات کیا ہوں گی، یہ ہے وہ سوال جو ہر سوچنے والے کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے۔ عربی زبان کے ماہنامہ المستقبل کے نمائندہ خصوصی مقیم ایران مسٹر اسعد حیدر کی تازہ ترین رپورٹ ابھی حال ہی میں شائع ہوئی ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ متین دفتری ڈاکٹر مصدق کے پوتے اور قومی جمہوری جماعت کے سیکرٹری جنرل کا کہنا ہے کہ نئے دستور کے سلسلے میں ہم سے ابھی تک کسی نے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا اور نہ ہی ہمیں اس کا علم ہے کہ کون لوگ اس کو تیار کر رہے ہیں۔

اسلامی جمہوری پارٹی ایران کی سب سے بڑی سیاسی جماعت ہے، اس کے ارکان کی تعداد تیس لاکھ تک ہے۔ اس جماعت کے ایک رکن نے بتایا کہ علامہ خمینی نے دس ہزار افراد پر مشتمل ایک دستور ساز کمیٹی تشکیل دی ہے، اس کمیٹی میں قانون کے ماہرین کے ساتھ ساتھ علماء دین بھی شامل ہیں۔ اس کمیٹی کا نام "رجال القانون والدین" ہے۔ کمیٹی کا ایک ممبر گذشتہ ماہ دستوری مسائل پر مشورہ کرنے کے لئے فرانس کا دورہ کر چکا ہے۔ دستور سازی کی راہ میں بنیادی مشکلات دو ہیں: ایک اقلیتوں کے حقوق اور دوسرا آزادئ رائے کی حدود کا تعین۔ یہی دو بنیادی مسائل ہیں جن کی وجہ سے دستور کی تیاری میں تاخیر ہو رہی ہے اور متعدد بار مقررہ مدت میں تیار نہ ہونے پر معذرت کرنی پڑی ہے۔

اسلامی جمہوری پارٹی کے سربراہ ڈاکٹر بہشتی نے اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں کہا: "اسلام میں سب کے حقوق برابر ہیں، اسلام میں کوئی فوقیت نہیں لیکن سابق شاہ کے دور میں اقلیتوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا گیا اور ان کو دبایا گیا۔ ان کے حقوق کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ اقلیتوں کو اپنی مخصوص زبان، اپنی ثقافت، تعلیم اور اپنے تہذیبی امور کے تحفظ کی ضمانت ملنی چاہیے۔

باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دستور ساز مجلس نے انقلابی کونسل کو حسب ذیل دستوری سفارشات ارسال کی ہیں:

۱۔ صحت عامہ کا پورا انتظام حکومت کے کنٹرول میں ہوگا۔
۲۔ پولیس کا محکمہ براہ راست مرکزی حکومت کے تابع ہوگا۔
۳۔ ابتدائی درجوں سے لے کر یونیورسٹی سطح تک

فن اور تمام تعلیم و تربیت کا انتظام حکومت کی ذمہ داری ہوگی

۴۔ خزانہ اور مالیات کا انتظام بھی مرکزی حکومت کی تحویل میں ہوگا۔

۵۔ ایران میں بولی جانے والی تمام زبانوں کا تحفظ کیا جائیگا اسی طرح تمام لوگوں کو اپنے اپنے مسلک اور عقیدے کے مطابق زندگی بسر کرنے کی پوری آزادی ہوگی، لیکن فارسی زبان اور مذہب جعفریہ بالترتیب سرکاری زبان اور مذہب ہوگا۔

۶۔ ایک ادارہ انتخابات قائم کیا جائے گا جو ایک منتخب عوامی مجلس کے ماتحت ہوگا، اس مجلس کا انتخاب علاقے کے عوام براہ راست کریں گے، اس مجلس کی سفارش سے ہر حلقے کے لئے ایک مستقل صدر مقرر کیا جائے گا اور ایک محافظ، یہ محافظ عوامی مجلس کے سامنے جواب دہ ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ ایرانی مجلس اس وقت اسلامی انقلاب کو کامیابی کی منزل تک پہنچانے کی بھرپور کوشش ہو رہی ہے اور اس بات کا خاص خیال رکھا جا رہا ہے کہ اسلامی انقلاب کے مفید ثمرات عوام کو محسوس ہوں، ورنہ عوام یہ سمجھیں گے کہ پہلوی خاندان کے بجائے ایک اور خاندان حکومت پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہوا ہے۔ یہ ظاہری صورت کی تبدیلی تو ہو سکتی ہے، حقیقی نہیں۔

پنجاب میں اسلامی طلبہ کی عظیم الشان روزہ ریلی

۷ رمضان ۱۳۹۹ھ کو پنجاب اسلامی جمعیت طلبہ کی عظیم الشان ریلی ہوئی جس میں ہزاروں مسلم نوجوان شریک ہوئے، اس ریلی کا ایک مقصد تو تربیت و تحریک تھا اور دوسرا مقصد نفرتوں عصبیتوں اور علاقہ پرستیوں کے خلاف اعلان جہاد تھا، اس ریلی کے دوران جو نعرے لگائے گئے وہ ایک نعرے کے ساتھ اور پرجوش آواز کے ساتھ لگائے جاتے تھے اور ان کی صورت یوں تھی :-

نعرۂ تکبیر	اللہ اکبر
المدد المدد	یا خدا یا خدا
رہبر و رہنما	مصطفیٰ مصطفیٰ
سیدی مرشدی	مودودی مودودی
انقلاب انقلاب	اسلامی انقلاب
کراچی تا خیبر	جمعیت جمعیت

آیت اللہ خمینی کا پیغام

ایرانی اسلامی انقلاب کے قائد علامہ آیت اللہ روح اللہ خمینی نے جمعیت کی ریلی کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ :-

"مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہوئی کہ پاکستان کے طلبہ ملک میں مکمل اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں، میری اور ایرانی عوام کی نیک تمنائیں ہمیشہ آپ کی جدوجہد کے ساتھ رہیں گی۔ میں دعا کرتا ہوں کہ پاکستان میں اسلامی انقلاب کی جدوجہد کامیاب ہو۔"

سید مودودی کا پیغام

"مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ اسلامی جمعیت طلبہ صوبہ پنجاب لاہور میں طلبہ ریلی منعقد کر رہی ہے۔ اسلامی جمعیت طلبہ کی سرگرمیاں دیکھ کر میرے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت آجاتی ہے۔ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (الفتح) (گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی، پھر اس کو تقویت دی، پھر وہ گدرائی، پھر اپنے تنے پر کھڑی

ہوگئی۔ کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تاکہ کفار اس کے پھلنے پھولنے پر جلیں۔ (

زمانہ بڑا بے رحم صراف ہے، آپ کسی مصنوعی تدبیر اور کسی بناوٹ سے اس کی جانچ میں کھرے نہیں نکل سکتے۔ فی الواقع آپ بے کھوٹ ہوں تب بھی وہ بڑے تامل کے بعد آپ کو کھرا مانے گا، لیکن یقین رکھئے کہ اگر آپ نے اپنے عمل سے اپنے آپ کو کھرا ثابت کر دیا تو مخالف طاقتیں چاہے کتنا ہی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر آپ کو کھوٹا بنانے کی کوشش کریں، انشاء اللہ منہ کی کھائیں گی اور آپ کا کچھ بگاڑنے کے بجائے اپنا ہی سر پھوڑ لیں گی۔ آپ جھوٹ کی یورش دیکھ کر ذرا نہ گھبرائیں، تاریخ نے بارہا دیکھا ہے کہ وہ طوفان کی طرح اٹھتا ہے اور بلبلے کی طرح بیٹھ جاتا ہے اور بیٹھ جانے کے بعد اس کے اندر کی چھپی ہوئی گندگیاں اس طرح منظر عام پر آتی ہیں کہ دنیا الٹی اسی پر نفریں بھیجتی ہے۔ بس آپ کو فکر جھوٹ کے مقابلے کی نہیں اپنی سچائی کی ہونی چاہئے آپ سچے ہوں گے تو جھوٹ سے آپ نہیں مٹیں گے خدا اس سے خود ہی نمٹ لے گا!!

اسلام ایک پرچم تلے متحد ہو جائے
ایرانی وزیر خارجہ کا پیغام

میں اپنی اور ایرانی بھائیوں کی طرف سے آپ کی نیک تمناؤں کا اظہار کرتا ہوں، میں اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کہ اپنے طلبہ بھائیوں کو جو اس تین روزہ ریلی میں شریک ہو رہے ہیں بتاؤں کہ ایرانی عوام نے اسلام کی زریں تعلیمات سے ولولہ حاصل کیا ہے اور یہی تعلیمات ان کے اتحاد و یکجہتی اور سالمیت کو برقرار رکھیں گی اور ظلم و تشدد کے خاتمے کے لئے اسلام کے پرچم تلے جد و جہد کرتے رہیں گے اور مادیت اور اسلام دشمن طاقتوں پر مکمل فتح پالیں گے۔"

ڈاکٹر ابراہیم یزدی وزیر خارجہ ایران نے اپنے پیغام میں کہا کہ "پوری دنیا کے مسلمانوں کو اسلام کے دشمنوں کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جانا چاہئے اور عالم اسلام کو چاہئے کہ وہ اسلام کی خاطر ایک پرچم تلے متحد ہو جائے اور خود کو جغرافیائی سرحدوں سے بالاتر رکھے۔"

شرائط ایجنسی

- ایجنسی کم سے کم پانچ رسائل پر دی جائیگی۔
- پانچ روپئے ایڈوانس جمع کرنے ہوں گے
- پانچ سے پچاس پرچوں تک ۲۵ فیصد کمیشن دیا جائے گا، البتہ پچاس سے زائد پر ۳۳ فیصدی کمیشن دیا جائے گا
- رسائل کی روانگی کا خرچ ادارہ برداشت کرے گا، البتہ وی پی اور رجسٹری کا خرچ ایجنٹ صاحبان کے ذمہ ہوگا۔
- ہر مہینے کا بل باقاعدگی سے ادا کرنا لازم ہوگا

منیجر رسالہ حیات نو جامعۃ الفلاح بلریا گنج اعظم گڑھ۔ یو۔ پی۔

دل کی پکار

ہم حیات نو کے اس شمارہ سے "دل کی پکار" کا سلسلہ شروع کر رہے ہیں، جس میں قارئین کے تاثرات اور مفید مشورے شائع کیے جائیں گے۔ آپ ہمیں اپنے تاثرات ضرور لکھیں ہم انھیں ضرور شائع کریں گے، بشرطیکہ مفید اور مختصر ہوں۔
(ادارہ "حیات نو")

مکتوب حجاز

رحمت اللہ اثری فلاحی
جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ

.... اب کچھ تحریک دعوت کا حال بھی سنتے چلیے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ یہاں پڑھے لکھے لوگوں میں تحریک اسلامی ہند و پاک کا کافی چرچا ہے اور لوگ بڑی حد تک جماعت کے کاموں سے واقف ہیں، خصوصاً پاکستانی جماعت کے سلسلہ میں حیرت انگیز حد تک معلومات رکھتے ہیں اور اب تو ہندوستانی جماعت بھی پاکستانی جماعت کے ساتھ قدم بقدم چل رہی ہے۔ جامعہ کے بیشتر طلبہ اسلامی ذہن رکھتے ہیں، مولانا مودودی کے انتہائی عقیدت مند ہیں طلبہ کی اکثریت کے پاس ان کی کتابوں کے سیٹ موجود ہیں اور اپنی تقریروں، تحریروں اور گفتگوؤں میں ان کے حوالے دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں "فیصل انعام" نے بہت سے ایسے لوگوں کو بھی متوجہ کیا ہے جو مولانا کے نام سے زیادہ اور کچھ نہیں جانتے تھے۔

جامعہ میں ہندوستانی اور پاکستانی طلبہ کی ایسی ٹیم موجود ہے جو سلفیت کے نام پر مولانا کے سلسلہ میں غلط قسم کی الزام تراشیوں میں مشغول رہتی ہے، لیکن اکثر ہم لوگوں کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ان کو جواب مل جاتا ہے، اس لئے وہ بڑے محتاط نظر آتے ہیں اور موقع محل دیکھ کر ہی زبان کھولتے ہیں اس کے علاوہ خود ان ہی لوگوں میں جماعت سے متاثرین کی اچھی خاصی تعداد موجود ہے جو موقع بموقع دفاع کرتی رہتی ہے۔

یہاں تبلیغی جماعت کا بھی ایک گروہ موجود ہے مولانا علی میاں کی کتاب آگئی اچھا ہوا اس سے ان بہت سے لوگوں کی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی جو اس سلسلہ میں خوش فہمیوں کی جنت میں رہا کرتے تھے۔ اس پر زندگی کے تبصرہ کی پانچ کاپیاں منگائی تھیں جو بڑی تیزی سے لوگوں میں چکر لگا رہی ہیں، روزنامہ دعوت مرکزی لائبریری میں

آتا ہے اور ایک سہ روزہ ہم لوگوں کے پاس بھی ابھی لوگ بڑے شوق سے پڑھتے ہیں، الدعوۃ کی بھی چند ہ کاپیاں آتی ہیں، چھٹی کے بعد اس کی تعداد میں کافی اضافہ ہو جائیگا ادھر چھٹی کے قریب ہونے کی وجہ سے اس کو موخر کر دیا گیا ہے، ہم مختلف تقریبات میں ملتے رہے ہیں، اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ ہم لوگوں کو کچھ کرنے کی توفیق عطا فرمائے بقیہ تفصیل ان شاء اللہ بوقت ملاقات معلوم ہو سکے گی۔

بھٹو کی پھانسی نے تو ہند کی فضا میں اضطراب پیدا کر دیا، "لا تحسبوہ شرا لکم بل ہو خیر لکم"، خدا کرے پاکستان کے حق میں یہ اقدام ہر طرح مفید ہو اور پاکستان میں واقعی صحیح معنوں میں اسلام کا بول بالا ہو، اس وقت سارے اسلام کی نگاہیں، پاکستان، ایران، افغانستان پر لگی ہوئی ہیں۔ اللہ مسلمانوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرے آمین۔ والسلام۔ رحمت اللہ۔

صحرائے افریقہ سے

جامعہ احمد بلو
زاریا۔ نائجیریا
۸ر فروری [illegible]

برادر عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔ محترمی مولوی اقبال صاحب ندوی کے بدست آپ کا مرسلہ لفافہ ملا، اس کے بعد حیات نو کے دو شمارے بذریعہ ڈاک موصول ہوئے، پاکر بے حد مسرت ہوئی۔ پڑھا اور بار بار پڑھا، ہر بار ایک نئی مسرت حاصل ہوتی، حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کے خط نے اور علی کی یاد تازہ کر دی، میں جامعہ میں اپنے دوران قیام کی خوبصورت یادوں میں کھو گیا اور اتنا جذباتی ہو گیا کہ مجھے اپنے جذبات کے اظہار کے لئے الفاظ کی پنہائیاں تنگ نظر آتی ہیں۔

آپ حضرات نے بڑا مبارک قدم اٹھایا ہے، اگر میں کہوں کہ جو کچھ آپ لوگوں نے سوچا اور اسے عملی جامہ پہنایا، وہ میرے دل کی آواز ہے تو بیجا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی کوششوں کو شرف قبولیت بخشے اور دنیا و آخرت میں اجر عظیم سے نوازے، میں نے دستور انجمن کو پڑھا اور تہ دل سے قبول کیا، میں فارم رکنیت پر کر کے ارسال کر رہا ہوں، دراصل یہ کام بھی آپ ہی لوگوں کے کرنے کا تھا، کیونکہ جس وقت میں فارغ ہوا تھا اس وقت میں قدیم نہیں ہوا تھا۔

آپ کے بھیجے ہوئے پانچ شمارے نظر سے گزرے ستمبر کا شمارہ خاص طور سے بہت پسند آیا، معیار تھوڑا اور بلند ہونا چاہیئے، میرا خیال ہے کہ مجلس ادارت کے ساتھ اپنے اساتذہ میں سے کسی کو مشیر خصوصی رکھنا ضروری ہے تاکہ زبان و بیان کی صحت اور حسن ترتیب نہ صرف قائم رہے بلکہ اس میں مزید اضافہ ہو، استاذ گرامی مولانا جلیل احسن صاحب کا درس حدیث بہت پسند آیا، مولانا عنایت اللہ صاحب سبحانی کی سورۃ مومنون کی تشریح بڑی دلنشیں اور موثر ہے۔ عزیز فلاحی کی شاعری پسند آئی، ان کی غزل کا معیار اچھا خاصا ہے۔

عزیز محترم! میں بڑی مدت کے بعد اتنا طویل خط اردو زبان میں لکھ رہا ہوں، اس لئے اظہار خیالات میں تعبیر کی غلطی ممکن ہے۔

میں عرصہ دو سال سے افریقہ کے عظیم لیڈر شہید احمد بلو کی قائم کردہ اور انہیں کے نام سے موسوم احمد بلو یونیورسٹی کے شعبہ ایجوکیشن میں تاریخ اسلامی اور طریق تدریس کا لکچرر ہوں، اس سے قبل میں یہاں کی وزارت تعلیم میں ثانوی درس گاہوں کے لئے عربی زبان اور اسلامیات کا انسپکٹر اور ایک ٹیچنگ کالج میں لکچرر تھا۔ اس کے علاوہ میں یونیورسٹی کی مسلم اسٹوڈنٹس سوسائٹی کے سرپرستوں میں بھی شامل ہوں۔ یونیورسٹی کی لائبریری بہت بڑی ہے، اس طرح استفادہ

کے مواقع بہت ہیں، یہاں چونکہ سارے کام انگریزی میں ہوتے ہیں، اس لیے انگریزی ہی اوڑھنا بچھونا ہے۔

عزیزم! جامعۃ الفلاح کی روز افزوں ترقی اور مقبولیت بڑی خوش آئند ہے، مجھے معلوم تھا کہ ڈاکٹر خلیل صاحب اور حکیم ایوب صاحب کی کوششیں خاص طور سے، نیز جملہ اہل بلریا گنج کی کوششیں عام طور سے اتنی بار آور ثابت ہوں گی کہ ان کا لگایا ہوا ننھا سا پودا چند سال میں ایک عظیم درخت کی شکل اختیار کر لے گا کہ اس کی گھنی چھاؤں میں پوری نوع انسانیت کے دکھوں کا مداوا تلاش کیا جائے گا، کسی کو خیال بھی نہ تھا کہ جامعہ کے پہلے ناظم ڈاکٹر خلیل صاحب کی دی ہوئی اذان سحر اللہ کی بارگاہ میں اتنی مقبول ہوگی کہ اس کی صدائے بازگشت نہ صرف پورے ملک بلکہ دنیا کے مختلف ملکوں میں سنی جائے گی۔

میں جامعۃ الفلاح کا قدیم ترین طالب علم ہوں بلکہ اگر یہ کہوں کہ میں جامعہ کے طلبہ میں "السابقون الاولون" میں سے ہوں تو بیجا نہ ہوگا، جب بھی مجھے وہ دور یاد آتا ہے تو جامعہ کی کچی پکی عمارتوں کے سامنے ڈاکٹر خلیل صاحب کالی شیروانی اور سفید پائجامے میں ملبوس چلتے پھرتے نظر آتے ہیں ہر وقت جامعہ کی ترقی کے لیے فکر مند و پریشان، میری ان سے جامعہ کے شاندار مستقبل کے امکانات پر گھنٹوں گفتگو ہوتی رہتی تھی، مجھے یقین ہے کہ جامعہ کی تاریخ میں ڈاکٹر خلیل صاحب کا نام سنہری حرفوں میں لکھا جائے گا، محترم حکیم ایوب صاحب نے جامعہ کی ترقی میں وہی کردار ادا کیا ہے جو حضور اکرم ﷺ کی قائم کردہ اسلامی ریاست کے مضبوط اور مستحکم بنانے کیلئے حضرت عثمان غنیؓ نے کیا تھا۔

عزیزم! جامعۃ الفلاح کی سرسبز و شاداب لہلہاتی ہوئی کھیتی ہندوستان کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے مہاجرین اور بلریا گنج کے انصار کی پیہم جد و جہد کا نتیجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اس کو تمام اہل وطن اور ساری نوع انسانیت کے لیے مفید تر بنائے۔

ان شاء اللہ مستقبل قریب میں ہندوستان آنے پر جامعہ میں بھی حاضر ہونے کا شرف حاصل کروں گا۔ والسلام

آپ کا مخلص

حبیب جمالی فلاحی

نواب صاحب کے مشورے

جامعۃ الفلاح کی انجمن طلبہ قدیم کے ماہنامہ "حیات نو" کا نمونہ کا پرچہ مجھے موصول ہو گیا ہے، پڑھکر بہت خوشی ہوئی، میں چار باتوں پر خاص طور سے توجہ ملتفت کرنا چاہتا ہوں

(۱) عربی مدارس کے فارغ علیہ کی زبان خالص علمی ہوتی ہے، جبکہ اردو داں عوام اس زبان کو اب پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہیں، تقسیم سے پہلے کا ایک میٹرک پاس نوجوان اردو میں جو مہارت حاصل کر لیتا تھا، اتنی لیاقت اب بی اے میں اردو لینے والے کو بھی حاصل نہیں ہوتی، حیات نو کے مقاصد اس امر کے متقاضی ہیں کہ اس کی زبان بہت ہی آسان اور سادہ ہو، اس کے لئے میں جامعہ ملیہ اسلامیہ والی اردو یا ہندوستانی کو مثال میں پیش کر سکتا ہوں، مضمون نگار حضرات پہلے تو اپنے مخصوص انداز میں مضمون لکھ لیں، پھر اس پر نظر ثانی کر کے عربی اور فارسی کے الفاظ کی جگہ آسان اور عام فہم الفاظ تبدیل کر لیں۔

(۲) کتابت اور طباعت اعلیٰ اور معیاری ہونا چاہئے یہ لازم اور ضروری ہے۔

(۳) اکابرین ملت پر اگر کوئی علمی اعتراض کیا جائے تو نہایت شائستگی سے ہونا چاہیے۔ حیات نو کے شمارے میں مضمون "مولانا علی میاں اور تحریک اسلامی" (از عبیداللہ فہد فلاحی) میں بعض جملوں سے دل کو تکلیف ہوئی، خاص طور سے صفحہ ۱۶ کی لائن ۱۳، صفحہ ۲۰ کی لائن ۲ اور صفحہ ۲۲ کی لائن ۲۰-۲۱ میں الیسیرہ (باقی صفحہ پر)

مولانا مودودی

مولانا امین احسن اصلاحی کی نظر میں!

"مولانا مودودی کا علم و مطالعہ بھی مدرسی اور خانقاہی حلقوں میں اکثر زیر بحث رہا ہے اور میں نے ہمیشہ محسوس کیا ہے کہ اس معاملہ میں لوگوں کا عجز و علم اکثر اعتراف حق پر غالب آیا ہے۔ میں یہ تو نہیں جانتا کہ مودودی صاحب نے کہاں پڑھا ہے اور کیا پڑھا ہے، لیکن میں اس بات کو اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ نہایت ذہین آدمی ہیں، نہایت قابل آدمی ہیں اور نہایت وسیع النظر عالم ہیں، ان کا مرتبہ صرف اس پہلو ہی سے اونچا نہیں ہے کہ وہ جدید علوم و افکار پر نہایت وسیع نگاہ رکھتے ہیں اور ایک بلند پایہ انشاء پرداز ہیں، بلکہ ان کی اصلی خوبی یہ ہے کہ کتاب و سنت پر نہایت گہری اور وسیع نظر رکھتے ہیں۔ قرآن کا انہوں نے ایک اسکالر کی طرح مطالعہ کیا ہے اور برابر اس پر تدبر کرتے رہتے ہیں۔ صرف "بیضاوی اور جلالین" "بقدر نصاب" پڑھ کر مفسر نہیں بن بیٹھے ہیں، انہوں نے حدیث کی تمام مستند کتابوں کو حرف بحرف نہایت غور و فکر کے ساتھ پڑھا ہے، صرف ان کے "دورہ" پر اکتفا نہیں فرمایا ہے، اسی طرح فقہ، اصول، سیرت اور رجال کی تمام ضروری کتابیں ان کی نگاہوں سے گزری ہوئی ہیں ان کے مطالعہ کا طریقہ بھی محققانہ ہے۔ میں ۲۰ ماہ ان کے ساتھ جیل میں رہا ہوں اور میں نے نہایت قریب سے ان کو دیکھا، کہ وہ کس طرح کی چیزیں پڑھتے ہیں، کس طرح پڑھتے ہیں اور کس قدر پڑھتے ہیں۔ انہوں نے صرف جیل کے قیام کے دوران میں عام علوم و فنون کے سوا تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور رجال کی اتنی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے کہ میں پورے اطمینان کے ساتھ یہ کہہ رہا ہوں کہ جو حضرات ان کے مطالعۂ کتاب و سنت پر بانداز استخفاف تبصرہ فرماتے ہیں ان کو شاید مدۃ العمر اتنی کتابیں پڑھنے کی سعادت نہیں حاصل ہوئی ہوگی۔ میں نے جب کبھی ان کی کوئی پڑھی ہوئی کتاب کسی ضرورت کے لئے اٹھائی تو حدیث اور فقہ کی موٹی موٹی کتابوں پر بھی دیکھا ہے کہ ان کے اہم یا قابل تنقید مقامات پر حاشیہ میں خود ان کے قلم سے مفید نوٹ موجود ہیں، وہ عربی زبان کو عالمانہ طور پر سمجھتے ہیں، حاطب اللیلوں کی طرح ہوائی تیر تکے نہیں چلاتے۔ جیل کے دوران قیام میں مجھے بعض اوقات عربی کی بعض مشکل یا غلط چھپی ہوئی عبارتوں کے بارے میں ان کے مشوروں سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملا ہے اور میں نے ہر مرتبہ یہ محسوس کیا کہ وہ عبارت کا تجزیہ کرنے اور کلام کی نحوی تالیفات سمجھنے میں مدرسی مولویوں سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں، پھر کام کو وہ جس ذمہ داری کے ساتھ کرتے ہیں اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کوئی چھوٹی سے

چھوٹی تقریر بھی اس وقت تک کرنا پسند نہیں کرتے جب تک اس کے لئے اچھی طرح تیاری نہ کر لیں — اگر ایک ایسے شخص پر بھی کتاب وسنت کے علم کے بارے میں اعتماد نہیں کر سکتے تو پھر میں نہیں سمجھتا کہ کتاب وسنت کے علم کے بارے میں اس ملک میں کس شخص پر اعتماد کیا جا سکتا ہے"۔

(تنقیدات ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴)

صفحہ ۳۸ کا بقیہ :-

ناپسندیدہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ، اکابر کے اختلافات اپنی جگہ پر ہیں ؛ ہمیں ان بزرگوں کے مقام اور خود اپنے مقام کو پہچاننا چاہئے۔

(۴) دیگر رسالوں اور اخباروں کے مضامین Reproduce کئے جائیں ، رسالہ کے لئے نئے مضامین لکھے اور لکھوائے جائیں ، یا دیگر زبانوں میں شائع شدہ مضامین کا اہتمام سے ترجمہ کروا کر شائع کیا جائے۔

یہ چند ذاتی خیالات ہیں جو شاید مفید ثابت ہوں۔

(ہز ہائی نس) محمد صابر قلی خاں صاحب ،
نواب آف محمد گڑھ اسٹیٹ بھوپال۔

حسن کردار

کردار سب سے بڑی دولت سب سے بڑی طاقت ہے، آزادی، علمی ترقی، معاشی خوشحالی، دفاع کی مضبوطی، بین الاقوامی ساکھ سب کا دارومدار کردار پر ہے۔ "ترجمان" اسلامی کردار کی تعمیر کا کورس ہے، جس کا مقصد ایسے انسان پیدا کرنا ہے جو اللہ کی رضا کیلئے جئیں اور مریں [illegible]

جماعت اسلامی جمشید پور کے ریلیف سنٹر کی مختصر تازہ رپورٹ

اب تک جماعت اسلامی ہند جمشید پور کے ریلیف سنٹر میں پانچ لاکھ روپے آچکے ہیں جس میں سے تقریباً ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے /۱،۷۵،۰۰۰ تقسیم کئے جا چکے ہیں، دو لاکھ بیواؤں اور یتیم بچوں اور بچیوں کے لئے رکھ چھوڑا گیا ہے اور باقی رقم بقیہ متاثرہ میں بعض دوکان و مکان اور روزگار دلوں کو روزی فراہم کرنے کے لئے خرچ کر دی جائے گی۔

ایک ہفتہ قبل نشیمن نے ایک لاکھ روپیہ بھیجا کہ اس کو ملا کر پانچ لاکھ ہوتا ہے، خدا کا شکر ہے نشیمن نے سجدۂ سہو کر لیا۔ اس کے علاوہ مرکزی ریلیف اور ریلیف کمیٹی کانپور کے ذریعہ ۶۵ ہزار روپے اور مجلس مشاورت گجرات کے وفد کے ذریعہ ۲۰ ہزار روپئے جماعت اسلامی نے اپنے سروے کے مطابق تقسیم کروایا۔ لوگ خواہ کچھ بھی کہیں عملاً اور واقعتاً جمشید پور میں سب کو عمدہ کام جماعت اسلامی ہند کا ہی ہے، شروع میں تو ہم لوگوں نے رانچی تھانہ کو بھی لیا تھا جس میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی ہے یعنی پچاس ہزار، لیکن اب دیگر چھ سات محلوں میں ریلیف کا کام ہونے لگا ہے اور حالات بہت اچھے ہو گئے ہیں، مخالف لوگوں کی زبان آسانی سے نہیں کھل پاتی۔ بہرکیف اللہ تبارک وتعالیٰ نے حالات کو بالکل بدل دیا ہے۔